Www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان
راولپنڈی

ماہنامہ کشمیر الیوم

(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 23، شمارہ نمبر 6، جنوری 2026ء رجب المرجب / شعبان

مجلس مشاورت

متین فکری

عرفان صدیقی
حامد میر

سرور منیر راؤ
رُباب عائشہ
عاصم قدیر رانا

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب
آزاد جموں و کشمیر : غازی محمد اعظم
گلگت بلتستان : عبدالہادی بونجوی
سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی
جموں : وجے کمار رینا
لداخ : جعفر حسین علوی
لندن : انوار الحق
نیویارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابو حماد
کمپوزنگ :
منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف
معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

اس شمارے میں

اداریہ	جنوری محض ایک تاریخ نہیں، ایک زخم ہے جو آج بھی ہرا ہے!!!	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	3
گرداب	کشمیر، بھارت اور ٹرمپ حکومت	سید عارف بہار	4
اظہار خیال	ڈاکٹر علامہ اقبالؒ اور کشمیر	شہزاد منیر احمد	7
فکرونظر	بھارتی جمہوریت کے آئین میں دفن کشمیری قوم سسک رہی ہے	سید عمر گردیزی	9
تذکار شہداء	عزم وہمت کے پیکر شہید غلام رسولؒ ڈار	محمد شہباز	12
سالانہ رپورٹ	کشمیر کی داستان خونچکاں کا ایک اور باب ختم	فاروق قیصر	14
حرف حُر	حضرت غلام نبی شائقؒ ۔۔شجرہائے سایہ دار	شیخ محمد امین	16
نقش وخیال	غزہ اور کشمیر کے مجرم	محمد احسان مہر	18
یوم سیاہ	26 جنوری بھارتی یوم جمہوریہ اور مقبوضہ کشمیر	بشارت علی بارو	19
شخصیات	شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا	حامد میر	21
استنبول کانفرنس	استنبول میں بین الاقوامی کانفرس	عبدالرشید ترابی	23
یادرفتگاں	درویش صحافی متین فکری بھی چل بسے	راجہ ذاکر خان	26
سوال وجواب	آپ نے پوچھا ہے!!!	مفتی خالد عمران خالد	27
حالات حاضرہ	ارض بنگال کی بیداری اور دو قومی نظریہ	مہتاب عزیز	28
شخصیات	خرم، خورشید اور ظفر	عبید اللہ کیہر	29
کشمیر کے شب وروز	بھارتی فوج اور مجاہدین کے درمیان خونی معرکے	ہمایوں قیصر	30

ماہنامہ کشمیر الیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے،
جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز
مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

Regd. No. 885
Mails. B/NPR-234

قیمت 50 روپے، سالانہ زرتعاون 500 روپے

خط وکتابت اور رابطہ کیلئے: دفتر ماہنامہ "کشمیر الیوم" NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی Kashmirulyoum2014@gmail.com, 051-4934369

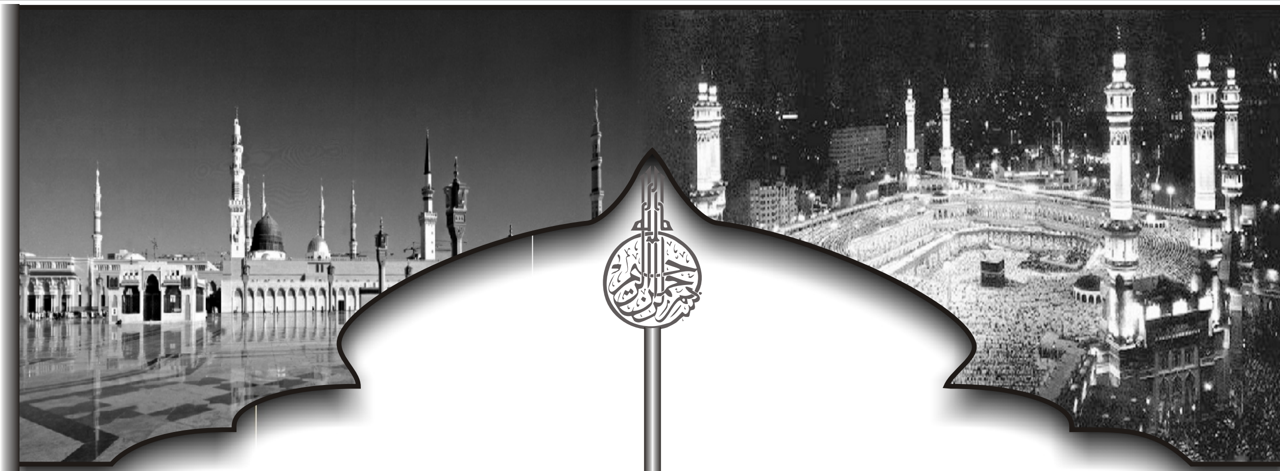

القرآن

اللہ کی گواہی کافی ہے!!!

خداترس انسانوں کے لیے جس جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے پھل دائمی ہیں اور اس کا سایہ لازوال۔ یہ انجام ہے متقی لوگوں کا۔ اور منکرین حق کا انجام یہ ہے کہ ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس کتاب سے جو ہم نے تم پر نازل کی ہے، خوش ہیں اور مختلف گروہوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ تم صاف کہہ دو کہ ”مجھے تو صرف اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراؤں۔ لہٰذا میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے“۔ اسی ہدایات کے ساتھ ہم نے یہ فرمان عربی تم پر نازل کیا ہے۔ اب اگر تم نے اس علم کے باوجود جو تمہارے پاس آچکا ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی تمہارا حامی ومددگار ہے اور نہ کوئی اس کی پکڑ سے تم کو بچا سکتا ہے۔ تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسُول بھیج چکے ہیں اور اُن کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔ اور کسی رسُول کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی خود لادکھاتا۔ ہر دَور کے لیے ایک کتاب ہے۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اُمّ الکتاب اُسی کے پاس ہے۔ اور اے نبیؐ، جس بُرے انجام کی دھمکی ہم اِن لوگوں کو دے رہے ہیں اُس کا کوئی حصہ خواہ ہم تمہارے جیتے جی دکھادیں یا اس کے ظہُور میں آنے سے پہلے ہم تمہیں اُٹھا لیں، بہر حال تمہارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور اُسے حساب لینا ہمارا کام ہے۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم اِس سرزمین پر چلے آرہے ہیں اور اس کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے چلے آرہے ہیں؟ اللہ حکومت کر رہا ہے، کوئی اس کے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے، اور اسے حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ اِن سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں وہ بھی بڑی بڑی چالیں چل چکے ہیں، مگر اصل فیصلہ کُن چال تو پُوری کی پُوری اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کیا کچھ کمائی کر رہا ہے، اور عنقریب یہ منکرین حق دیکھ لیں گے کہ انجام کس کا بخیر ہوتا ہے۔ یہ منکرین کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ کہو، ”میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور پھر ہر اُس شخص کی گواہی جو کتابِ آسمانی کا علم رکھتا ہے۔“

سورۃ الرعد 34 تا 44 تفہیم القرآن سید ابوالاعلی مودودیؒ

الحدیث

ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے!!!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”تین چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں سنجیدگی سے کرنا بھی سنجیدگی ہے اور ہنسی مذاق میں کرنا بھی سنجیدگی ہے نکاح، طلاق اور رجعت“

(سنن ابی داوٗد)

وضاحت : سنجیدگی اور ہنسی مذاق دونوں صورتوں میں ان کا اعتبار ہوگا۔ اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ ہنسی مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق جب وہ صراحت کے ساتھ لفظ طلاق کہہ کر طلاق دے تو وہ واقع ہوجائے گی اور اس کا یہ کہنا کہ میں نے بطور کھلواڑ مذاق میں ایسا کہا تھا اس کے لیے کچھ بھی مفید نہ ہوگا کیونکہ اگر اس کی یہ بات مان لی جائے تو احکام شریعت معطل ہو کر رہ جائیں گے اور ہر طلاق دینے والا یا نکاح کرنے والا یہ کہہ کر کہ میں نے ہنسی مذاق میں یہ کہا تھا اپنا دامن بچالے گا، اس طرح اس سلسلے کے احکام معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

ہر گناہ معاف ہوجائے گا سوائے قرضہ!!!

حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے بتلائیے کہ اگر میں اللہ کے راستہ میں صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ اور اللہ کی رضا اور ثواب آخرت کی طلب ہی میں جہاد کروں اور مجھے اس حالت میں شہید کر دیا جائے کہ میں پیچھے نہ ہٹ رہا ہوں بلکہ پیش قدمی کر رہا ہوں تو کیا میری اس شہادت اور قربانی کی وجہ سے اللہ تعالی میرے سارے گناہ معاف کر دے گا؟ آپ ﷺ نے جواب فرمایا ہاں (اللہ تمھارے سارے گناہ معاف فرمادے گا) پھر جب وہ آدمی آپ سے یہ جواب پا کر) لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو پھر پکارا اور فرمایا ہاں (تمہارے سب گناہ معاف ہوجائیں گے) سوائے قرضہ کہ یہ بات اللہ کے فرشتہ جبرئیل امین نے اسی طرح بتلائی ہے۔

(صحیح مسلم)

جنوری محض ایک تاریخ نہیں ۔۔ایک زخم ہے جو آج بھی ہرا ہے!!!

بھارت ہر سال 26 جنوری کو ''یوم جمہوریہ'' کے طور پر مناتا ہے، آئین، جمہوریت، سیکولرازم اور شہری آزادیوں کے دعوے دہراتا ہے، لیکن کشمیر کے لیے جنوری محض ایک تاریخ نہیں بلکہ ایک زخم ہے جو آج بھی ہرا ہے، ایک ایسا المیہ جو نہ صرف یادداشتوں میں زندہ ہے بلکہ مسلسل جاری ظلم کی صورت میں ہر دن دہرایا جا رہا ہے۔ جی جنوری 1990ء کا مہینہ ۔۔۔جس نے کشمیر کی تاریخ کو خون میں نہلا دیا، اور ریاستی جبر کو ایک منظم، منصوبہ بند اور کھلی جارحیت میں بدل دیا۔ یہ دور کشمیر کی تاریخ کا ایک انتہائی پرتشدد اور متنازعہ باب ہے۔ 19 جنوری 1990ء کو جگموہن ملہوترا نے بطور گورنر جموں وکشمیر اپنے عہدے کا حلف اٹھایا، اور پہلے ہی دن سے وادی میں ظلم وستم کی ایک ایسی داستان رقم کرنے کا آغاز کر دیا، جس کی مثال حالیہ عالمی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ اصولی طور پر یہ محض انتظامی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا آغاز تھا جس کا مقصد کشمیری عوام کی سیاسی، سماجی اور اخلاقی مزاحمت کو کچلنا تھا۔ اس دور کی سب سے خطرناک اور تباہ کن پالیسی تحریک آزادی کو فرقہ وارانہ رنگ دینا تھا۔ اس مقصد کے لیے کشمیری پنڈتوں کے مسئلے کو دانستہ طور پر ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا۔ پنڈت برادری کو وادی سے نکال کر جموں کے ریفوجی کیمپوں میں منتقل کیا گیا، اور اس پورے عمل میں انہیں سرکاری اور فوجی گاڑیوں سمیت ہر قسم کی سہولیات فراہم کی گئیں۔ اس جبری اور منظم انخلا کو بعد میں کشمیری مسلمانوں کے کھاتے میں ڈالنے کی بھرپور کوشش کی گئی، حالانکہ زمینی حقائق اس کے برعکس تھے۔ یہ ایک سیاسی چال تھی جس کا مقصد عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنا، تحریک آزادی کو بدنام کرنا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیری مسلمان اور پنڈت صدیوں سے ایک ساتھ رہتے آئے تھے، مگر 1990ء میں ریاستی پالیسی نے اس ہم آہنگی کو دانستہ طور پر پارہ پارہ کر دیا۔ اس دور میں عوامی مظاہروں کو روکنے کے لیے کرفیو، فائرنگ، گھیراؤ، جلاؤ اور اجتماعی سزا کے تمام ہتھکنڈے آزمائے گئے۔ میڈیا پر سخت سنسرشپ عائد کر دی گئی۔ ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو وادی سے باہر نکال دیا گیا تاکہ قتل عام کی خبریں دنیا تک نہ پہنچ سکیں۔ ریاست کا پورا سول ڈھانچہ مفلوج ہو کر رہ گیا۔ ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی حکومت کو برطرف کر کے اسمبلی تحلیل کر دی گئی۔ اس کے بعد پوری وادی میں طویل کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ جب بھی کرفیو میں چند گھنٹوں کے لیے نرمی کی جاتی، ہزاروں افراد سڑکوں پر نکل آتے، آزادی کے حق میں نعرے بلند کرتے، اور جواب میں گولیاں کھاتے۔ پھر دوبارہ کرفیو لگا دیا جاتا۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والا ظلم کا چکر تھا۔ جگموہن نے 20 جنوری 1990ء کو گورنر کی حیثیت سے مکمل چارج سنبھالا اور 22 مئی 1990ء کو انہیں عہدے سے فارغ کر دیا گیا۔ ان 123 دنوں میں 74 دن مکمل کرفیو رہا، جبکہ مزید 18 دن سول کرفیو اور مسلسل احتجاجوں کی نذر ہوئے۔ ان دنوں بھارتی فورسز کو قتل عام کی عملی طور پر کھلی اجازت دی گئی۔ پرامن عوامی احتجاج کو کچلنے کے لیے کسی قسم کی اخلاقی، قانونی یا انسانی حد کو خاطر میں نہیں لایا گیا۔ گلیاں، چوراہے، بازار اور حتیٰ کہ جنازے بھی محفوظ نہ رہے۔ ان 123 دنوں میں ہزاروں کشمیری شہید اور زخمی ہوئے۔ سینکڑوں افراد عمر بھر کے لیے معذور کر دیے گئے۔ جنوری 1990ء کے بعد کشمیر میں جو کچھ ہوا، وہ اسی اصول کی عملی مثال ہے۔ ماورائے عدالت قتل، جبری گمشدگیاں، اجتماعی قبریں، عصمت دری، پیلٹ گنز، اور مسلسل خوف نے ایک پوری نسل کو نفسیاتی مریض بنا دیا۔ جنوری کی تلخ یادیں آج بھی ایک رستے ہوئے زخم کی طرح ہیں۔ آج، جب بھارت 26 جنوری یوم جمہوریہ مناتا ہے، تو کشمیر میں یہ زخم پھر تازہ ہو جاتے ہیں۔ یہ یادیں محض ماضی کا نوحہ نہیں بلکہ حال کی تصویر ہیں۔ وہی ظلم، وہی جبر، وہی پابندیاں آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہتھیار بدل گئے ہیں، مگر نیت نہیں۔ تاریخ گواہ ہے جنوری 1990ء کشمیر کی تاریخ کا صرف ایک باب نہیں بلکہ ایک مسلسل جاری داستان ہے۔ یہ داستان ہمیں یاد دلاتی ہے کہ جمہوریت کے دعوے بندوق کی نالی سے جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں، اور آزادی کی خواہش کو گولیوں سے دبایا نہیں جا سکتا۔ کشمیر آج بھی سوال بن کر دنیا کے سامنے کھڑا ہے۔ ایک ایسا سوال جس کا جواب انصاف اور حق خودارادیت کے سوا کچھ نہیں۔

امریکہ کی کشمیر پالیسی کے واقف حال ڈاکٹر غلام نبی فائی کی باتیں

عارف بہار

ڈاکٹر غلام بنی فائی گزشتہ چار دہائیوں سے امریکہ میں مقیم ہیں ۔اس طویل ماہ وسال کے دوران وہ امریکہ میں کشمیر پر ہونے والی تمام سرگرمیوں کے واقف ِحال اور عینی شاہد ہیں ۔کئی دہائیوں تک کشمیری امریکن کونسل کے پلیٹ فارم سے سفارتی سرگرمیوں میں سرگرم رہے ۔چند برس سے ورلڈ کشمیر اوئرنس فورم کے پلیٹ فارم سے سرگرم ہیں ۔ڈاکٹر فائی ان دنوں پاکستان اور آزاد کشمیر کے دورے پر ہیں ۔اس دورے کے دوران ان سے کشمیر اور امریکہ کی کشمیر کی پالیسی کے حوالے سے گفتگو ہوئی ۔جس سے کینوس پر کشمیر کے حوالے سے امید کے کئی رنگ اُبھرتے ہوئے نظر آرہے ہیں ۔جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ پانچ اگست کے یک طرفہ بھارتی فیصلے کے باوجود کشمیر کا بین الاقوامی محاذ پوری طرح گرم ہے اور دنیا آج بھی کشمیر کو نہ صرف یہ کہ ایک تنازعہ سمجھتی ہے بلکہ عالمی امن کے لئے اس مسئلے کے حل پر یقین رکھتی ہے ۔اس سوال کے جواب میں کہ عالمی کینوس پر کشمیر کی کونسی سے تصویر بن رہی ہے ڈاکٹر غلام نبی فائی کا کہنا تھا کہ کشمیر بین الاقوامی محاذ پر اچانک اُبھر کر سامنے آنا ہے ۔مسئلہ کشمیر کی ایک عالمی جہت ہے ۔آج اس مسئلے اور خود پاکستان کو اچھی پزیرائی مل رہی ہے ۔دیکھنا یہ ہے کہ کشمیر کا مسئلہ انٹرنیشنلائز کیسے ہوا؟ ۔یہ عمل اس وقت شروع ہوا کہ انیس سو اڑتالیس میں امریکی صدر ہیری ٹرومین نے اقوام متحدہ میں اپنے سفیر وارن آسٹن کو کولکھا کہ آپ سلامتی کونسل میں ایسی قرارداد لائیں ۔اس قرارداد کا ڈرافٹ امریکی سفیر نے تیار کیا اور اسے متفقہ طور پر قبول کیا گیا اس کے تائید کنندگان میں برطانیہ اور فرانس کے سفیر تھے ۔قرارداد میں کہا گیا تھا کہ کشمیر کا فیصلہ ہونا چاہئے اور عوام کی امنگوں کے مطابق ہونا چاہئے اس قرارداد کے تحت یونائیٹڈ نیشنز کمیشن فار انڈیا اینڈ پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کے پہلے صدر جوزف کاربل تھے ۔یہ وہی جوزف کاربل تھے جنہوں نے ”ڈینجران کشمیر“ کے نام سے کتاب بھی لکھی تھی ۔جوزف کاربل

امریکہ کی سابق وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ کے والد تھے ۔میڈلین البرائٹ نے بعد میں اس کتاب کی اشاعت جدید بھی کی ۔جوزف کاربل کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ امریکہ کی ایک اور وزیر خارجہ کونڈو لیزارائس سے ایک بار پوچھا گیا کہ کیا آپ کا کوئی اُستاد اور راہنما ہے تو انہوں نے جوزف کاربل کا نام لیا جو یونیورسٹی آف کلاناڈو میں ان کو پڑھاتے رہے ہیں ۔جوزف کاربل نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کشمیر کو چھوٹا سا خطہ نہ سمجھیں یہ پورے خطے کے لئے خطرہ بن سکتا ہے ۔یہی بات یاسین ملک اور سید علی گیلانی بھی کہتے رہے ہیں کہ اگر آپ کشمیر کے مسئلے کو نظر انداز کریں گے تو یہ ایٹمی تصادم کی بنیاد بھی بن سکتا ہے ۔ڈاکٹر فائی کا کہنا تھا کہ مودی نے پہلگام کا جو منصوبہ ترتیب دیا تھا یہ سوچی سمجھی حکمت عملی تھی ۔ان کا خیال تھا کہ اس اقدام کے بعد انہیں کشمیر کی تحریک کو عالمی برادری کے سامنے دہشت گردی کی تحریک بنا کر پیش کرنا آسان ہوگا ۔دنیا کو یہ بتایا جائے گا کہ اس کے پیچھے پاکستان ہے ۔پاکستان نے بہت اصولی موقف اپنا کر اس کوشش کو ناکام بنایا ۔پاکستان نے کہا اگر بھارت کا موقف درست ہے تو پھر اسے ایک غیر جانبدار عالمی کمیشن کے قیام پر متفق ہونا چاہئے جو اس بات کی تحقیق کرے کہ اس واقعے کے پیچھے کون ہے ۔پاکستان کے اس موقف کے بعد امریکہ کو بھی احساس ہوا کہ اگر پاکستان کا ہاتھ ہوتا تو پھر وہ اس واقعے کی بین الاقوامی تحقیقات کا مطالبہ نہ کرتا ۔اسی وجہ سے ڈونلڈ ٹرمپ اس سارے عمل میں شامل ہوئے ۔جس کے بعد سے مودی کو مسلسل یہ طعنہ دیا جا رہا ہے کہ آخر سیز فائر کس نے کرایا؟ ۔مودی کی زبان بند ہے ۔اس زباں بندی کی وجہ یہ ہے کہ مودی نے صدر ٹرمپ کے کہنے پر جنگ بندی کی تھی ۔مودی اس پر زبان کھولے گا تو سُبکی ہوگی کیونکہ وہ عوامی سطح پر کہتا ہے کہ ہم کسی سے ڈکٹیشن نہیں لیتے ۔جب اندرخانے بات ہوتی ہے تو وہ اسے تسلیم کرتے ہیں ۔راہول گاندھی نے بھی پارلیمنٹ میں کہا کہ اگر ٹرمپ غلط بیانی کر رہے ہیں تو مودی جی فون اُٹھائیے اور ان سے کہئے کہ آپ غلط بیانی کر رہے ہیں ۔اصل بات یہ ہے کہ کشمیر تنازعے کی بنیاد یہ نہیں کہ یہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک تنازعہ ہے بلکہ یہ ہے کہ یہ دنیا کا واحد خطہ ہے جو تین ایٹمی طاقتوں چین بھارت اور پاکستان کے سے ملتا ہے ۔ایک طرف بھارت چین سے لڑ رہا ہے تو دوسری طرف پاکستان سے لڑ رہا ہے ۔ہر ملک کا قومی مفاد ہوتا ہے مگر چین امریکہ روس جیسے ممالک کا قومی مفاد یہ بھی ہوتا

> **کشمیر بین الاقوامی محاذ پر اچانک اُبھر کر سامنے آنا ہے ۔مسئلہ کشمیر کی ایک عالمی جہت ہے ۔آج اس مسئلے اور خود پاکستان کو اچھی پزیرائی مل رہی ہے**

ہے عالمی سطح پر ایسی کشیدگی نہ پھیلے جس سے طاقت کا توازن خراب ہو۔بھارت اور پاکستان کو عالمی امن کی خاطر مسئلہ کرنا ہوگا۔اس سوال کے جواب میں کیا واقعی مسئلہ کشمیر پانچ اگست دوہزار انیس کے بعد ختم ہوگیا؟ ڈاکٹر فائی کا کہنا تھا مودی پاگل نہیں تھا اس کے پانچ اگست کے اقدام کا مقصد یہ تھا کہ مسئلہ کشمیر کو Solve کرنے کی بجائے Disolve کیا جائے۔تاکہ اس کے بعد کوئی مسئلہ کشمیر کی بات ہی نہ کرسکے مگر جو کچھ ہوا اس کے برعکس تھا۔پانچ اگست کو بھارت نے یک طرفہ قدم اُٹھایا تو آٹھ اگست کو اقوام متحدہ کی سیکرٹری جنرل انٹونیو گوٹرس نے بیان دیا کہ مسئلہ کشمیر کا حل اقوام متحدہ کے چارٹر اور قرار دادوں کے تحت ہی نکالا جا سکتا ہے۔گیارہ دن بعد سولہ اگست کو وہ کچھ ہوا جو پچاس برس میں نہیں ہوا تھا۔چین نے اعلان کیا کہ وہ مسئلہ کشمیر کو سلامتی کونسل کے فورم پر اُٹھائے گا۔ایک نہیں تین بار چین نے اس مسئلے پر سیکورٹی کونسل میں بحث کرائی۔اسی پر راہول گاندھی کو مودی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا پڑا کہ آپ نے کہا تھا کہ آرٹیکل 370 کے خاتمے کے بعد کشمیر ہمارا حصہ ہوگا مگر آپ نے تو اسے انٹرنیشنلائز کر دیا۔اب تو ٹرمپ کہہ رہا ہے کہ میں کشمیر پر ثالثی کروں گا۔ٹرمپ کا یہ کہنا بتاتا ہے کہ کشمیر کی ایک عالمی حیثیت اور اہمیت ہے۔اسی طرح نیلسن منڈیلا نے 1989 میں غیر جانبدار تحریک کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے کہا تھا وقت آگیا ہے کہ کشمیر کے مسئلے کو پر امن طور پر حل کیا جائے۔یہ اور اس طرح کی عالمی سطح کی جانی پہچانی شخصیات جو دنیا کے نقشے کو بدل سکتی ہیں اسی انداز سے سوچتی ہیں۔حال ہی میں وائٹ ہاؤس میں ہونے والی دیوالی کی تقریب میں ٹرمپ کچھ لکھتے لکھتے رک کر گویا ہوئے کہ انہوں نے نریندر مودی کو بھی دیوالی کی مبارکباد دی ہے اور ان سے بھی کہا پاکستان کے ساتھ جنگ نہ لڑیں۔کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ٹرمپ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ جنگ بھارت کی طرف سے شروع ہوتی ہے۔ڈاکٹر فائی کا کہنا تھا کہ یہ جو کشمیر کے حوالے سے موافق ماحول بنا ہے اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔پاکستان میں سول اور ملٹری تعلقات اچھے ہیں دونوں کے ٹرمپ سے تعلقات اچھے ہیں۔فیلڈ مارشل عاصم منیر کو صدر ٹرمپ تک براہ راست رسائی حاصل ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ آٹھ ماہ ہو گئے ہیں مگر بات آگے نہیں بڑھی۔اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان اور امریکہ کے رواں اچھے تعلق کا کشمیر کو بھی کوئی فائدہ ہوگا؟ ڈاکٹر فائی کا کہنا تھا کہ ٹرمپ نے ثالثی کی پیشکش سات آٹھ بار کی امریکہ نے پلان آف ایکشن دیا ہے۔امریکہ کے نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر مارکو روبیو نے

> ڈاکٹر فائی کا کہنا تھا کہ مودی نے پہلگام کا جو منصوبہ ترتیب دیا تھا یہ سوچی سمجھی حکمت عملی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اس اقدام کے بعد انہیں کشمیر کی تحریک کو عالمی برادری کے سامنے دہشت گردی کی تحریک بنا کر پیش کرنا آسان ہوگا۔دنیا کو یہ بتایا جائے گا کہ اس کے پیچھے پاکستان ہے۔پاکستان نے بہت اصولی موقف اپنا کر اس کوشش کو ناکام بنایا۔پاکستان نے کہا اگر بھارت کا موقف درست ہے تو پھر اسے ایک غیر جانبدار عالمی کمیشن کے قیام پر متفق ہونا چاہئے جو اس بات کی تحقیق کرے کہ اس واقعے کے پیچھے کون ہے۔

دس مئی کو کہا تھا کہ اب دونوں ملکوں کے سیکورٹی ایڈوائزر کو ملنا چاہئے اور تمام مسائل کو حل کرنا چاہئے ۔یہ پلان آف ایکشن ہے اب ہمیں چاہئے مارکو روبیو سے کہیں کہ آٹھ ماہ ہو گئے ہیں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہم تیار ہیں مگر بھارت کو بھی تیار کریں ،بھارت ظاہری طور پر تو کہے گا ہم نہیں مانتے لیکن سیز فائر کو بھی تو انہوں نے مانا تھا اس طرح پروگریس تو ضرور ہوگی ۔ٹرمپ اور روبیو کا کہا جا سکتا ہے کہ کوئی پیش رفت نہیں ہوئی اور یہ کام حکومت پاکستان کر سکتی ہے ۔اس سوال کے جواب میں کہ کیا امریکہ کشمیر کو ایک آزاد ریاست بنانے کا کوئی منصوبہ ہے جس کے بارے میں گاہے گاہے باتیں کی جاتی ہیں ڈاکٹر غلام نبی فائی کا کہنا تھا جو کانفیڈینشل رپورٹس ہوتی ہیں وہ کسی کو معلوم نہیں ہوتیں امریکہ میں اگر ضروری سمجھا جائے تو چالیس سال بعد انہیں ڈی کلاسیفائی کیا جاتا ہے ۔ایسی ہی ڈی کلاسیفائی رپورٹ کے مطابق اقوام متحدہ میں امریکی سفیر وارن آسٹن نے اپنی حکومت کو مراسلہ بھیجا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ ایک بھارتی وفد نے مجھ سے ملاقات کی اس ملاقات کی ایک رکن شیخ محمد عبداللہ نے مجھ سے علیحدگی میں ملاقات کی درخواست کی اور اس ملاقات میں ان کا کہنا تھا کہ گو کہ میں بھارتی وفد کا حصہ ہوں مگر میں خود مختار کشمیر کا حامی ہوں ۔امریکی سفیر نے لکھا تھا کہ میں نے انہیں کوئی کمٹ منٹ نہیں دی کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ کشمیر اگر خود مختار ہوگا تو اس میں چین کا اثر رسوخ ہوگا ۔1948 میں چین کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی اور اس وقت بھی امریکہ کی یہ سوچ تھی کہ کشمیر پر ہمارا اثر رسوخ نہیں ہوگا ۔اب چین نے کشمیر میں جو دلچسپی لینا شروع کی ہے جیسا کہ انہوں نے چالیس سال بعد کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل میں اُٹھایا ہے ۔ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ مسئلہ کشمیر کا جو بھی حل ہو کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق ہو سید علی گیلانی بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر کشمیری عوام بھارت کے حق میں ووٹ دیں گے تو ہم اس فیصلے کو قبول کریں گے شرط یہ ہے کہ ہمیں مذاکرات میں شامل کیا جائے اسی طرح یاسین ملک بھی کہہ چکے ہیں کہ کشمیری عوام کا ہر فیصلہ انہیں قبول ہوگا ۔سید علی گیلانی الحاق پاکستان کی علامت رہے ہیں ۔اس سے قابل عمل حل اور کیا ہو سکتا ہے ۔اگر ہم ثانوی جھگڑوں میں پڑے رہے تو اس سے کشمیر کاز کو نقصان پہنچے گا ۔ڈاکٹر فائی کا کہنا تھا کہ کشمیریوں کے پاس تمام آپشنز موجود ہیں ۔کشمیری اس پروسیس کو قبول نہیں کریں گے جس کا وہ حصہ نہیں ہوں گے ۔یاسین ملک شبیر شاہ اور مسرت عالم جیل میں ہیں مگر اس سے کیا ہوا نیلسن منڈیلا بھی تو جیل میں تھے ۔نیلسن منڈیلا نے بھی زندگی کے ایک دور میں پر تشدد تحریک چلائی تھی ۔لیڈر کا جیل میں ہونا مائنس نہیں ہوتا یہ قوت ہوتی ہے لیکن قوت تب ہے جب کشمیری تارکین وطن پاکستان کی حکومت اور عوام پوری دنیا کو کہیں گے کہ ان اسیر راہنماؤں کو رہا کر کے مذاکراتی میز پر بٹھایا جائے ۔شام کے صدر جولانی کے بارے میں ٹرمپ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے آپ کا ماضی کیا تھا ظاہر ہے کہ وہ ملی ٹینٹ تھا مگر آپ ایک مضبوط انسان ہیں ۔ٹرمپ یاسین ملک اور شبیر شاہ کو بھی یہی بات کر سکتا ہے مگر تب کہہ سکتا ہے جب ہم اصل حقائق ان تک پہنچائیں گے ۔

ڈاکٹر فائی کا کہنا تھا کہ کشمیریوں کے پاس تمام آپشنز موجود ہیں ۔کشمیری اس پروسیس کو قبول نہیں کریں گے جس کا وہ حصہ نہیں ہوں گے ۔یاسین ملک شبیر شاہ اور مسرت عالم جیل میں ہیں مگر اس سے کیا ہوا نیلسن منڈیلا بھی تو جیل میں تھے ۔نیلسن منڈیلا نے بھی زندگی کے ایک دور میں پر تشدد تحریک چلائی تھی ۔لیڈر کا جیل میں ہونا مائنس نہیں ہوتا یہ قوت ہوتی ہے لیکن قوت تب ہے جب کشمیری تارکین وطن پاکستان کی حکومت اور عوام پوری دنیا کو کہیں گے کہ ان اسیر راہنماؤں کو رہا کر کے مذاکراتی میز پر بٹھایا جائے ۔

جناب سید عارف بہار آزاد کشمیر کے معروف صحافی دانشور اور مصنف ہیں ۔کئی پاکستانی اخبارات اور عالمی شہرت یافتہ جرائد میں لکھتے ہیں ۔تحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی کا الحمد للہ پورا حق ادا کر رہے ہیں ۔کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال اور کشمیر

شہزاد منیر احمد

معتبر اور قابل تقلید شخصیت اور نظریاتی قوم سالوں کی تربیت مانگتی ہے۔ محققین اور فلاسفرز نے نہیں معلوم کتنی ریاضت کے بعد کہا تھا کہ عمر گزرے تو کمال آتا ہے۔ زندہ اور عملی مثال آپ کے سامنے موجود ہے۔ محمد علی جناح کتنی مشقتوں اور نا مساعد حالات کی سان سے گذر کر، کامیاب، مثالی اور ہندوستان کے مہنگے ترین وکیلوں میں شمار ہوئے اور ایک بہادر بے مثال سیاسی لیڈر ثابت ہوئے۔ محققین اور مورخین کو لکھنا پڑا کی ہندوستان میں محمد علی جناح نے تن تنہا وہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ جو آج تک بڑی بڑی قومیں بھی نہیں دے پائیں۔ دنیا کا نقشہ بدلا۔ غلامی میں جکڑی بکھری ہوئی قوم کو ایک نظریاتی قوم میں بدل ڈالا اور نظریاتی مسلمان ریاست (پاکستان) دنیا کے نقشے میں شامل کرائی ۔

علامہ اقبالؒ نے کتنے برسوں زیر تعلیم رہ کر تعلیم پائی۔ کتنی الہامی کتابیں پڑھیں ۔فلسفہ پڑھا اور فلاسفرز سے ملاقاتیں کیں مذاکرات و بحث و مباحثے کئے ۔ ان کے نظریات کا postmortem کیا۔ اپنے دین اسلام کی وسعتوں کو جان پرکھ کر شاعر مشرق، حکیم الامت، واقف اسرار وحکمت کے نام کی شہرت کمائی۔ علامہ اقبال کی محققانہ کاوشوں کو عملی شکل دینے کے لیے اللہ نے انہیں اپنے جیسا ہی مخلص محنتی اور دیانتدار نظریاتی سیاسی لیڈر محمد علی جناح ملوا دیا۔ یوں علامہ محمد اقبال اور مسٹر جناح

دونوں نے سیاسی عمل کے ذریعے ہندوستان سے مسلمان شہریوں کے لیے مملکت خداداد حاصل کر لی۔ علامہ اقبال کے پانچویں خطاب میں ہمیں عالمی سطح پر تسلیم شدہ مفکر فلاسفر اور سیاح البیرونی کا تذکرہ ملتا ہے۔ علامہ اقبال نے البیرونی کی ’’کتاب الہند‘‘ کو بغور مطالعہ کیا تھا۔ جس میں البیرونی نے خطہ ہندوستان کے حالات و واقعات، رسوم و رواج، ثقافت، ہندو مسلم امتیاز کا مسئلہ پر بڑا غیر جانبدارانہ جائزہ بڑی تفصیل سے قلمبند کیا ہے۔ گمان غالب ہے کہ علامہ اقبال نے ہندوستان میں دو قومی نظریہ، البیرونی کی تحقیق اور اپنے برسوں پر مشتمل ہندوستان میں مسلمانوں پر مذہبی تعصب کی بنیاد پر ہندو اکثریت کا جبر دھونس اور ناروا سلوک، اور لڑائی جھگڑوں کے واقعات، ہندو پنڈتوں، سیاست دانوں دیگر اکابرین کے ساتھ گاہے گاہے بے سود مذکرات کے نتیجے کی بنا کر قائم کیا گیا تھا۔ جو آگے چل کر ہندوستان کی تقسیم اور مسلمانوں کی الگ ریاست قائم کرنے کے مطالبے کی شکل میں سامنے آیا۔

3 جون 1947 کو ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی آزادی اور طریقہ کار کا اعلان کیا۔ اس منصوبے کے تحت برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان کی آزادی کا قانون منظور کیا، جس کے تحت 15 اگست کو ہندوستان دو ریاستوں (پاکستان اور بھارت) میں تقسیم ہوگیا۔ یوں ریاست جموں وکشمیر کو مذکورہ اعلان (معاہدہ) کے تحت آزادی تو مل گئی مگر ایسے کہ جیسے’’ آسمان سے گرا، کھجور میں اٹکا‘‘۔ چونکہ کشمیر علم سیاسیات کے مطابق ایک مکمل خود مختار ریاست تھی اور ہے، اور مذکورہ بالا اعلان آزادی کے تحت اسے یہ حق تھا اور ہے کہ وہ اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کرے کہ وہ اپنا سیاسی الحاق کس ریاست سے کرنا

علامہ اقبالؒ نے کتنے برسوں زیر تعلیم رہ کر تعلیم پائی۔ کتنی الہامی کتابیں پڑھیں ۔فلسفہ پڑھا اور فلاسفرز سے ملاقاتیں کیں مذاکرات و بحث و مباحثے کئے ۔ ان کے نظریات کا postmortem کیا۔ اپنے دین اسلام کی وسعتوں کو جان پرکھ کر شاعر مشرق، حکیم الامت، واقف اسرار وحکمت کے نام کی شہرت کمائی۔ علامہ اقبال کی محققانہ کاوشوں کو عملی شکل دینے کے لیے اللہ نے انہیں اپنے جیسا ہی مخلص محنتی اور دیانتدار نظریاتی سیاسی لیڈر محمد علی جناح ملوا دیا۔ یوں علامہ محمد اقبال اور مسٹر جناح دونوں نے سیاسی عمل کے ذریعے ہندوستان سے مسلمان شہریوں کے لیے مملکت خداداد حاصل کر لی۔

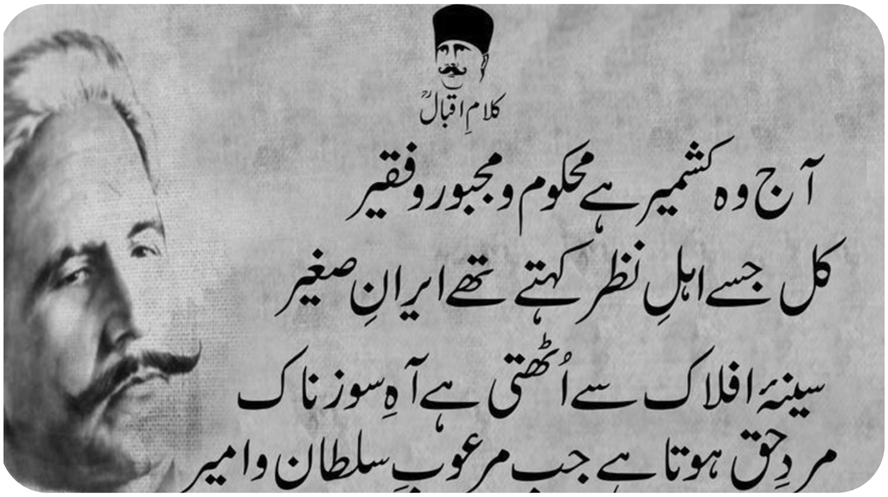

چاہتا ہے۔ ریاست جموں وکشمیر اپنی تاریخ، ثقافت، تہذیب و تمدن اور جغرافیائی اعتبار سے ریاست پاکستان سے الحاق کرنا چاہ رہا تھا، کہ ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی گورنمنٹ کو زبردستی اپنی مسلح افواج کے دستے 27 اکتوبر کو سرینگر میں پہنچانے کا حکم دے کر ریاست کے راجا ہری سنگھ سے بھی جعلی معاہدہ الحاق پر دستخط کروالیے۔ جب کہ کشمیری عوام نے فطری مزاحمت کرتے ہوئے پوری ریاست میں احتجاجی مظاہرے شروع کر دیا۔ اس طرح اپنی جنگ آزادی کی جیت کی خوشیاں بھی نہ منا پائے تھے کہ ان پر جابر قوتوں، طاقتور حلقوں اور دشمن ممالک نے وہی جنگ نئے نام (تحریک حق خود ارادیت کشمیر) سے مسلط کر دی۔ 1948 میں بھارت اور پاکستان میں باقاعدہ مسلح جنگ شروع ہوگئی۔ جنگ میں ہار دیکھتے ہوئے اپنا مقدمہ اقوام متحدہ میں لے گیا۔ اقوام متحدہ نے اپنی نگرانی میں کشمیر میں استصواب رائے کرنے کا فیصلہ اور وعدہ کیا، مگر کشمیریوں کی لگاتار اپنی کوششوں اور طرح طرح کی قربانیاں دینے کے باوجود اقوام متحدہ اس قضیہ کا فیصلہ نہیں کر رہی۔ ریاست جموں وکشمیر آزاد تو ہے مگر اس پرندے کی طرح جسے صیاد نے اس کے پر کاٹ کر اپنے صحن میں باندھ دیا ہو۔ 27 اکتوبر 1947 کو کشمیر پر ہندوستان کا جابرانہ، غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اخلاقی قبضہ اور ڈھٹائی اور بے شرمی سے 26 جنوری کو اپنا یوم جمہوریہ منانا کس قدر بھونڈا مذاق ہے اور اقوام متحدہ کے منہ پر طمانچہ مارنے کے مترادف ہے۔

لیکن ۔۔۔۔۔۔۔ بدنام جو ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔

علامہ اقبال نے کشمیر میں جنگ آزادی پر لکھا تھا:-

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی
تو اے مسافر شب، خود بن چراغِ اپنا
کر رات اپنی کو داغ جگر سے نورانی

علامہ اقبال کا یہ پیغام آج بھی ہم کشمیریوں کو اسی معیار کا ایمان بالیقین، اسی سطح کی جرأت کردار اور شوق شہادت کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس معیار کے اصحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزہ بدر میں 313 مجاہدوں نے کوئی 1300 سے زائد کافروں کا میدان جنگ میں نہ صرف بہادری اور مثالی کارکردگی سے مقابلہ کیا بلکہ ان کفار و مشرکین کو عبرت ناک شکست دے کر ثابت کر دیا کہ:-

اسلام زمانے میں، دبنے کو نہیں آیا
تاریخ سے یہ مضمون، ہم تم کو دکھا دیں گے
اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ ابھرے گا، جتنا کہ دبا دیں گے

گمان غالب ہے کہ علامہ اقبال نے ہندوستان میں دو قومی نظریہ، البیرونی کی تحقیق اور اپنے برسوں پر مشتمل ہندوستان میں مسلمانوں پر مذہبی تعصب کی بنیاد پر ہندو اکثریت کا جبر دھونس اور ناروا سلوک، اور لڑائی جھگڑوں کے واقعات، ہندو پنڈتوں، سیاست دانوں دیگر اکابرین کے ساتھ گاہے گاہے بے سود مذاکرات کے نتیجے کی بنا کر قائم کیا گیا تھا۔ جو آگے چل کر ہندوستان کی تقسیم اور مسلمانوں کی الگ ریاست قائم کرنے کے مطالبے کی شکل میں سامنے آیا۔

یہ سچ آج بھی دنیا دیکھ رہی ہے کہ 27 اکتوبر 1947 سے ریاست جموں وکشمیر کے عوام بدترین انسانیت کشی، عدم انصافی، ہندوستان کی نو لاکھ سے زائد فوج کشمیریوں پر ظلم وستم اور جبر کے پہاڑ توڑ رہی ہے، انسانی بنیادی حقوق کی انتہائی ذلت آمیز پیمانے پر خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کشمیریوں کی جان و مال، عزت وحرمت ان کی شخصی آزادی بالکل غیر محفوظ کر دی گئی ہے مگر غیور کشمیری، مرد و خواتین، بوڑھے اور جوان سب جانوں کی قربانیاں پیش کر کے جابر وظالم ہندوستان کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑے ہیں۔ انہیں پاکستان کے بانی قائدین، علامہ اقبال اور محمد علی جناح کے رہنما فرمان اور ہدایات یاد ہیں کہ؛-

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی ۔

خصوصی گذارش:-

راقم بحیثیت کشمیری مہاجر پناہ گزین، کشمیری قائدین، سیاسی لیڈران اور دیگر شخصیات سے عرض کرتا ہوں کہ بدلتے ہوئے حالات میں کسی طاقت یا طاقتور افراد کی باتوں میں نہ آئیں۔ اپنی صفوں میں صرف کشمیر کی نسبت سے متحد رہیں۔ اگر آپ برادریوں، نسلوں، زبان اور علاقائی اکائیوں میں تقسیم ہوگئے تو آپ کا جنگی سفر اور بڑھ جائے گا۔ میری دعا ہے اللہ کریم، الہ العالمین آپ کو اپنے شہیدوں کی نسبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے حق خود ارادیت کی جنگ میں کامیاب و کامران کرے۔

بھارتی جمہوریت کے آئین میں دفن کشمیری قوم سسک رہی ہے

ترنگے کے سائے میں کفن : بھارت کا جمہوری فریب، قبریں، قید خانے اور تقریریں

آئین کے نام پر قبضہ، قانون کے سائے میں قتل، جمہوریت کی وردی میں فاشزم

بھارت کی نام نہاد جمہوریت کا خونی بیانیہ مگر دنیا خاموش ہے

تقاریر بہت، عمل ندارد، کشمیر کے نام پر سیاست، آزادی کے نام پر تاخیر کیوں؟

بیس کیمپ یا اقتدار کا قلعہ؟ کشمیری قوم سوال کر رہی ہے، مگر قیادت خاموش کیوں؟

سید عمر گردیزی

ریاست جموں و کشمیر ۔۔۔ جہاں زمین روتی ہے اور پہاڑ سسک رہے ہیں، یہاں ہر سانس ایک نوحہ ہے اور ہر آنکھ ایک قبر۔ جمہوریت کے نام پر چھپی آمریت نے حق خودارادیت کو دفن کیا، اور کشمیر کی ہر گونجتی خاموشی دنیا کے ضمیر پر سوال ہے۔ اے اقوام عالم، اے امن کے نام نہاد علمدارو! آج میں تمہیں ایک کہانی سنانے آیا ہوں، ایک ایسی کہانی جو کتابوں میں نہیں لکھی گئی، جس کے گواہ زندہ ہیں مگر نظر نہیں آتے، اور جس کے قاتل طاقت کے پردے میں چھپے ہیں۔ یہ کہانی کشمیر کی ہے۔ تم دیکھو، تم سنو، مگر سب سے بڑھ کر تم سمجھو کہ یہ محض ایک خطہ نہیں، یہ انسانیت کی روح ہے جو خون میں بھیگی ہوئی ہے۔ یہاں کے بچے ابھی خواب دیکھنا سیکھے تھے کہ ان کی آنکھیں روشنی کھو بیٹھیں، یہاں کی مائیں ہر آہ میں اپنے بیٹوں کی واپسی تلاش کرتی ہیں، اور یہاں کے درخت بھی خون سے ہرے ہوئے ہیں، جیسے زمین خود روتی ہو۔ طاقت نے آئین کے پردے میں چھپا کر سچائی کو دفن کر دیا، اور دنیا خاموش تماشائی بنی رہی۔ مگر یہ خاموشی خود ایک چیخ ہے، ایک زنجیر ہے جو تمہارے ضمیر کو جھنجھوڑے گی۔ سن لو اے دنیا والو! کشمیر میں جمہوریت نہیں، فقط جبر ہے۔ یہاں آزادی صرف لفظوں میں زندہ ہے، حقیقت میں نہیں۔ یہاں ہر گمنام قبر ایک کتاب ہے، ہر لاش ایک سوال، اور ہر زندہ انسان ایک ناقابل فراموش گواہی ہے۔ یہ وہ زمین ہے جہاں انصاف کا مطلب لاشوں کے بغیر سمجھا جاتا ہے، اور انسان کی قیمت صرف طاقت کے پیمانے پر ماپی جاتی ہے۔ میری یہ تحریر تمہارے کانوں میں نہیں، تمہارے دل میں گونجے گی۔ یہ تمہیں مجبور کرے گی کہ تم نہ صرف دیکھو، بلکہ تم بھی سنو، سمجھو، اور یاد رکھو کہ کشمیر صرف ایک خطہ نہیں، ایک زندہ سوال ہے، ایک مظلومیت ہے، جو تمہارے ضمیر پر ہمیشہ بھاری رہے گی۔ یہ 26 جنوری کا دن تھا، دہلی کی سڑکوں پر پھول بکھرے تھے، توپوں کی سلامی گونج رہی تھی، آئین کو ماتھا ٹیکا جا رہا تھا، اور جمہوریت اپنے آپ کو آئین کی چادر میں لپیٹ کر دنیا کے سامنے مسکرا رہی تھی۔ مگر اسی لمحے، برف میں لپٹا ہوا کشمیر سسک رہا تھا۔ وہاں کوئی سلامی نہیں تھی، صرف چیخیں تھیں۔ کوئی آئینی ترانہ نہیں تھا، صرف ماؤں کی آہیں تھیں۔ وہاں جمہوریت جشن نہیں منا رہی تھی، وہاں جمہوریت جرم کر رہی تھی۔ یہ وہ دن تھا جب آئین نے بندوق سے مصافحہ کیا، جب قانون نے قبر کھودی، جب ووٹ نے گولی کو جائز قرار دیا، اور جب دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت نے اپنے ہاتھوں سے انسانیت کا گلا دبایا۔ جمہوریت ایک لفظ ہے لیکن کشمیر میں یہ لفظ خون سے لکھا جاتا ہے۔

دنیا کے لیے جمہوریت وہ آئینہ ہے جس میں بھارت خود کو روشن خیال، مہذب اور قانون کا پاسدار دکھاتا ہے۔ لیکن کشمیر کے لیے یہی جمہوریت ایک ایسا پردہ ہے، جس کے پیچھے آمریت ننگی، ظلم مسلح، اور بربریت سرکاری مہر کے ساتھ کھڑی ہے۔ اگر جمہوریت عوام کی حکمرانی ہے تو کشمیر میں عوام کہاں ہیں؟ اگر جمہوریت آزادیِ اظہار ہے تو کشمیر میں زبانیں کیوں کاٹی جاتی ہیں؟ اگر جمہوریت قانون کی بالادستی ہے تو کشمیر میں قبریں عدالت کیوں بنی ہوئی ہیں؟ کشمیریوں کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور زندہ رہ کر اپنی مرضی مانگتے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی قراردادیں، عالمی قوانین، انسانی حقوق کی دستاویزات سب ایک طرف اور بھارت کی بندوق ایک طرف۔ کشمیریوں نے کبھی بھارت سے روٹی نہیں مانگی، انہوں نے کبھی خیرات نہیں چاہی، انہوں نے صرف یہ کہا کہ ”ہمیں فیصلہ کرنے دو کہ ہم کون ہیں“۔ لیکن جمہوریت، جب ریاستی مفاد میں ہو، تو سوال کو بغاوت کہتی ہے، اور رائے کو غداری۔ 26 جنوری کو بھارت یومِ جمہوریہ مناتا ہے۔ کشمیر اسی دن یومِ غلامی یاد کرتا ہے۔ یہ وہ دن تھا جب ایک متنازع خطے پر ایک یکطرفہ آئین لاگو کیا گیا، جیسے کسی زندہ جسم پر بغیر اجازت آپریشن کر دیا جائے۔ یہ آئین نہیں تھا، یہ قبضے کا سرٹیفکیٹ تھا۔ یہ قانون نہیں تھا، یہ خاموش قتل نامہ تھا۔ بندوق اور بیلٹ پیپر کا اتحاد کشمیر میں بیلٹ پیپر ہمیشہ بندوق کے سائے میں رہا۔ وہ ووٹ جو فوجی بوٹوں کے درمیان ڈالا جائے، وہ فیصلہ نہیں، وہ مجبوری ہوتا ہے۔ جمہوریت وہاں دفن ہو جاتی ہے جہاں ووٹ سے پہلے خوف ہوتا ہے اور نتیجے سے پہلے لاش۔ دنیا نے پیلٹ گنز دیکھی ہوں گی، لیکن کشمیر نے انہیں آنکھوں کے جنازے کے طور پر دیکھا ہے۔ وہ بچے جنہوں نے ابھی خواب دیکھنا سیکھا تھا، آج اندھیرے میں رہتے ہیں۔

26 جنوری جب دہلی کی فضا میں توپوں کی گھن گرج گونجتی ہے اور آئین کو سلامی دی جاتی ہے تو یہ دن محض ایک ریاستی جشن نہیں رہتا، بلکہ ایک ایسے تضاد کی علامت بن جاتا ہے جو پوری انسانیت کے ضمیر پر سوالیہ نشان کھینچ دیتا ہے۔ اسی دن، جب جمہوریت اپنے آپ کو قانون، آزادی اور عوامی اختیار کے استعارے میں پیش کرتی ہے، کشمیر کے پہاڑوں پر خاموشی اتاری جاتی ہے، گلیوں میں خوف بچھایا جاتا ہے اور انسان کے بنیادی حق کو ریاستی طاقت کے بوٹ تلے روند دیا جاتا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جہاں جمہوریت کا لفظ اپنے معنی کھو دیتا ہے اور ایک ایسا چہرہ سامنے آتا ہے جس پر قانون نہیں بلکہ جبر کی لکیریں نقش ہوتی ہیں۔ جمہوریت، اگر واقعی عوام کی مرضی کا نام ہے، تو پھر کشمیر

میں عوام کیوں لاپتہ ہیں؟ اگر جمہوریت اظہارِ رائے کی آزادی ہے تو وادی میں زبانیں کیوں سلاخوں کے پیچھے ہیں؟ اگر جمہوریت قانون کی بالادستی ہے تو پھر عدالتوں کے فیصلے بندوق کی نوک پر کیوں لکھے جاتے ہیں؟ یہ سوال محض سیاسی نہیں، یہ اخلاقی ہیں، اور یہی وہ سوالات ہیں جن سے بھارت کی نام نہاد جمہوریت ہمیشہ نظریں چرا لیتی ہے۔

کشمیر میں جمہوریت ایک ایسا لفظ بن چکا ہے جو تقریروں میں تو زندہ ہے مگر زمین پر دفن ہو چکا ہے۔ 26 جنوری 1950ء کو جب بھارتی آئین نافذ ہوا تو یہ عمل محض ایک آئینی تبدیلی نہیں تھا، بلکہ ایک متنازع خطے پر یکطرفہ بالادستی کا اعلان تھا۔ کشمیر، جس کے مستقبل کا فیصلہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے مطابق عوامی رائے سے ہونا تھا، اس دن ایک ایسے آئینی دائرے میں قید کر دیا گیا جس کی کنجی کبھی کشمیریوں کے ہاتھ میں دی ہی نہیں گئی۔ یہ آئین کشمیری عوام کے لیے تحفظ کی دستاویز نہیں بنا بلکہ ایک ایسی زنجیر ثابت ہوا جس نے حقِ خودارادیت کو جرم اور سوال کو بغاوت بنا دیا۔ تحریکِ آزادیٔ کشمیر کو اگر بھارتی جمہوریت کے آئینے میں دیکھا جائے تو یہ آئینہ سچ نہیں دکھاتا، بلکہ حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے۔

کشمیر میں نسل کشی بندوق کے ساتھ ساتھ قانون کے ذریعے بھی جاری ہے۔ آبادی کا تناسب بدلنے کی کوششیں، شناخت کو مٹانے کی تدابیر، اور تاریخ کو ازسرِنو لکھنے کی خواہش دراصل ایک قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی منظم کوشش ہے۔ یہ سب کچھ اس نام پر کیا جاتا ہے کہ ریاست مضبوط ہو، مگر حقیقت میں یہ انسانیت کی کمزوری کا اعلان ہوتا ہے۔ پیلٹ گنز، جو دنیا کے لیے محض ایک ہتھیار ہیں، کشمیر کے لیے بینائی کے قاتل بن چکے ہیں۔ وہ آنکھیں جو خواب دیکھ سکتی تھیں، وہ چہرے جو مستقبل کی امید تھے، آج اندھیرے میں ڈوب چکے ہیں۔ یہ جمہوریت کا وہ ہتھیار ہے جو مارے بغیر زندگی چھین لیتا ہے، جو زندہ انسان کو عمر بھر کی قید میں بدل دیتا ہے۔ اگر یہ جمہوریت ہے تو پھر آمریت کسے کہتے ہیں؟ 26 جنوری اسی لیے کشمیر میں یومِ سیاہ بن جاتا ہے کہ یہ دن اس تضاد کو عیاں کرتا ہے جس میں ایک طرف آئین کا جشن ہے اور دوسری طرف انسان کی تذلیل۔ ایک طرف ترنگا لہراتا ہے اور دوسری طرف کفن۔ ایک طرف تقریریں ہیں اور دوسری طرف قبریں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کشمیری عوام جمہوریت کو ایک لفظ نہیں بلکہ ایک زخم سمجھتے ہیں، ایسا زخم جو ہر سال 26 جنوری کو پھر سے ہرا ہو جاتا ہے۔ تحریکِ آزادیٔ کشمیر دراصل اس زخم کی زبان ہے۔

کشمیر میں شہادت کوئی حادثہ نہیں بلکہ ایک مسلسل تاریخ ہے، ایسی تاریخ جو ہر روز لکھی جاتی ہے اور ہر رات مٹادی جاتی ہے۔ یہاں مرنے والا صرف ایک فرد نہیں ہوتا، اس کے ساتھ اس کا خواب، اس کی ماں کی امید اور اس کے بچوں کا مستقبل بھی دفن ہو جاتا ہے۔ مگر جمہوریت کے نام پر قائم نظام اس موت کو محض ایک عدد بنا دیتا ہے، ایک فائل، ایک رپورٹ، جسے کسی الماری میں بند کر دیا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان کی جان کی قیمت ووٹ سے کم ہو جاتی ہے اور قانون، لاش کے اوپر کھڑا ہو کر خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ گمنام قبریں کشمیر کی سب سے سچی تاریخ ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو بغیر الفاظ کے لکھی گئی ہے، مگر اس کے ہر صفحے پر خون سے سچ درج ہے۔ ان قبروں کے کتبوں پر نام نہیں، کیونکہ نام رکھنا سوال کھڑا کر دیتا ہے، اور سوال اس جمہوریت میں سب سے بڑا جرم ہے۔ ایک قبر جب گمنام ہوتی ہے تو دراصل وہ ریاست کے خوف کا اعلان ہوتی ہے، کیونکہ زندہ انسان کو تو قید کیا جا سکتا ہے، مگر مردہ سچ کو دفن کرنا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ ماؤں کا دکھ کشمیر کی سب سے طویل داستان ہے۔ وہ مائیں جو ہر دستک پر چونک اٹھتی ہیں، ہر آہٹ میں اپنے بیٹے کی واپسی تلاش کرتی ہیں، اور ہر لاش میں اپنا لختِ جگر پہچاننے سے ڈرتی ہیں۔ ان کے لیے جمہوریت کوئی نظریہ نہیں بلکہ ایک سوال ہے جس کا جواب کبھی نہیں دیا گیا۔ وہ جانتی ہیں کہ اگر ان کا بیٹا سوال نہ کرتا تو زندہ ہوتا، اور اگر خاموش رہتا تو شاید آج ایک عام شہری ہوتا، مگر اس نے جمہوریت کی اصل روح پر یقین کیا، اور اسی یقین کی قیمت اس نے اپنی جان سے ادا کی۔ بھارتی نام نہاد جمہوریت کشمیر میں عورت کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکی۔ یہاں عورت کبھی ماں ہے، کبھی بہن، کبھی بیوی، اور کبھی محض ایک خاموش گواہ۔ اس کے آنسو کسی عدالتی ریکارڈ کا حصہ نہیں بنتے، اس کی چیخیں کسی انسانی حقوق کی رپورٹ میں پورے الفاظ نہیں پا سکتیں۔ جمہوریت، جو عورت کے حقوق کی دعوے دار ہے، کشمیر میں عورت کو صرف ایک عدد سمجھتی ہے، ایک ایسا وجود جس کی بے حرمتی بھی ریاستی مفاد کے نیچے چھپا دی جاتی ہے۔

26 جنوری اسی لیے کشمیر کے لیے محض ایک تاریخ نہیں بلکہ ایک زخم ہے، جو ہر سال تازہ کر دیا جاتا ہے۔ جب دہلی میں آئین کی تعریف کی جاتی ہے، کشمیر میں لاشوں کی گنتی ہوتی ہے۔ جب دنیا جمہوریت کی مثالیں سنتی ہے، کشمیر میں قبروں کے سائے لمبے ہو جاتے ہیں۔ یہ تضاد اتنا گہرا ہے کہ اسے نظرانداز کرنا اب لاعلمی نہیں بلکہ شراکت داری بن چکا ہے۔ تحریکِ آزادیٔ کشمیر اسی تضاد کے خلاف ایک زندہ سوال ہے۔ یہ تحریک اس بات کی گواہی ہے کہ طاقت سچ کو دبا تو سکتی ہے، مگر ختم نہیں کر سکتی۔ ہر شہید ایک چراغ ہے، ہر گمنام قبر ایک کتاب، اور ہر زندہ کشمیری ایک گواہ ہے۔ یہ تحریک دنیا کو یاد دلاتی ہے کہ جمہوریت صرف اکثریت کا نام نہیں، بلکہ اقلیت کے حقِ زندگی کا بھی عہد ہے، اور جب یہ عہد ٹوٹ جائے تو جمہوریت محض ایک دھوکہ رہ جاتی ہے۔ تاریخ کا فیصلہ فوری نہیں ہوتا، مگر یہ فیصلہ ضرور کرتی ہے۔ آج جو جمہوریت کشمیر میں بندوق کے سہارے کھڑی ہے، کل وہی تاریخ کے کٹہرے میں ہوگی۔ وہاں کوئی توپ سلامی نہیں دے گی، کوئی آئین ہاتھ میں نہیں ہوگا، صرف سوال ہوں گے، اور ان سوالوں کے سامنے کوئی ریاست، کوئی طاقت، کوئی جھنڈا جواب سے فرار حاصل نہیں کر سکے گا۔ نریندر مودی کے عہد میں بھارت کی نام نہاد جمہوریت نے وہ چہرہ اختیار کیا جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرتی۔ یہ وہ دور ہے جس میں ریاست نے اکثریت کے زعم میں اقلیت کو نشانہ بنایا، اور قانون کو نفرت کے ایجنڈے کا خادم بنا دیا۔ مسلمانوں کے خلاف منظم تعصب، شہریت کے حق کو مشروط کرنا، عبادت گاہوں پر سیاست، اور اختلاف کو ریاست دشمنی قرار دینا، یہ سب کسی جمہوری معاشرے کی علامتیں نہیں بلکہ فاشزم کی واضح نشانیاں ہیں۔ مودی کے بیانیے نے ووٹ کو اخلاقیات پر فوقیت دی، اور جمہوریت کو انصاف کے بجائے طاقت کا ہتھیار بنا دیا۔ یہ جمہوریت کی تذلیل ہے، ایسی تذلیل جس میں آئین موجود ہے مگر انسان غیر محفوظ، عدالتیں موجود ہیں مگر انصاف ناپید، اور

انتخابات ہوتے ہیں مگر خوف کے سائے میں۔ کشمیر میں مودی کی پالیسیوں نے اس تذلیل کو اپنے عروج تک پہنچایا۔ یہاں جمہوریت کو بندوق کے حوالے کیا گیا، حق خودارادیت کو جرم بنایا گیا، اور پوری قوم کو اجتماعی سزا دی گئی۔ مواصلاتی ناکہ بندیاں، سیاسی قیادت کی قید، شہری آزادیوں کا خاتمہ، آبادیاتی انجینئرنگ اور مسلسل فوجی محاصرہ، یہ سب اس بات کا اعلان ہیں کہ کشمیر میں ریاستی طاقت نے اخلاقیات سے بغاوت کر لی ہے۔ دنیا یہ سب دیکھتی رہی، مگر خاموش رہی؛ اور یہ خاموشی مودی کے جبر کی سب سے بڑی پشت پناہی بنی۔ اگر یہ جمہوریت ہے تو پھر آمریت کس شے کا نام ہے؟ اگر یہ قانون ہے تو پھر ظلم کی تعریف کیا ہوگی؟ تاریخ اس عہد کو یاد رکھے گی، نعرے نہیں، زخم؛ تقاریر نہیں، قبریں؛ اور دعوے نہیں، انسانی وقار کی پامالی۔

26 جنوری اسی لیے کشمیر میں ایک سوال بن کر ابھرتا ہے۔ یہ سوال آئین سے نہیں، بلکہ نیت سے متعلق ہے۔ اگر آئین انسان کے حق کی حفاظت نہ کر سکے تو وہ کاغذ کا ایک پلندہ رہ جاتا ہے۔ اگر جمہوریت انصاف نہ دے سکے تو وہ طاقت کا ایک طریقۂ کار بن جاتی ہے۔ کشمیر اسی ناکامی کی علامت ہے، جہاں آئین نافذ تو ہوا، مگر انسان غیر محفوظ رہا، اور جہاں جمہوریت کا اعلان تو ہوا، مگر آزادی ممنوع قرار پائی۔ تحریک آزادیٔ کشمیر کو اگر دنیا صرف سیاسی تنازع سمجھتی رہے گی تو وہ اصل مسئلے سے ہمیشہ دور رہے گی۔ یہ تحریک دراصل جمہوریت کے ضمیر کا امتحان ہے۔ یہ پوچھتی ہے کہ کیا جمہوریت واقعی کمزور کے حق میں کھڑی ہوتی ہے یا ہمیشہ طاقتور کے ساتھ؟ کیا قانون انسان کے لیے ہے یا ریاست کے لیے؟ اور کیا آزادی ایک عالمی قدر ہے یا صرف منتخب قوموں کا استحقاق؟ آخرکار، کشمیر کی کہانی کسی ایک خطے کی نہیں بلکہ پوری انسانیت کی ہے۔ یہ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ جمہوریت کا سب سے بڑا دشمن آمریت نہیں بلکہ وہ جمہوریت ہے جو اپنے نام پر ظلم کو جائز قرار دے۔ جب جمہوریت اپنے ہی اصولوں سے غداری کرے تو وہ آمریت سے زیادہ خطرناک ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کے ہاتھ میں آئین بھی ہوتا ہے اور طاقت بھی۔ یہ مضمون کسی نفرت کا اعلان نہیں بلکہ ایک سوالنامہ ہے، جو تاریخ کے نام لکھا جا رہا ہے۔ ایک دن، جب شور تھم جائے گا، جھنڈے اتر جائیں گے، اور طاقت کا نشہ ختم ہو جائے گا، تب صرف یہی سوال باقی رہے گا کہ ہم نے ظلم کو دیکھ کر کیا کیا؟ کشمیر اس سوال کا نام ہے، اور 26 جنوری اس سوال کی تاریخ۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی قوم ہمیشہ دباؤ میں نہیں رہ سکتی۔ وقت، جو بظاہر طاقتور کے حق میں دکھائی دیتا ہے، دراصل مظلوم کے حق میں کام کرتا ہے، کیونکہ وقت سچ کو جمع کرتا رہتا ہے۔ کشمیر میں یہ سچ نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے، کہانیوں میں، آنکھوں میں، اور خاموش عزم میں۔ یہی وہ سرمایہ ہے جو کسی آئین سے چھینا نہیں جا سکتا اور کسی فوج سے شکست نہیں کھا سکتا۔ آخر میں، یہ تحریر کسی انتقام کا مطالبہ نہیں، بلکہ انصاف کی یاد دہانی ہے۔ یہ کسی قوم کے خلاف نفرت نہیں، بلکہ ایک نظام کے خلاف سوال ہے۔ یہ جمہوریت کے نام پر کی جانے والی تذلیل کے خلاف ایک احتجاج ہے، جو یہ اعلان کرتا ہے کہ جمہوریت اگر انسان کے حق انتخاب، حق زندگی اور حق وقار کی حفاظت نہ کر سکے تو وہ صرف ایک سیاسی اصطلاح رہ جاتی ہے، اخلاقی قدر نہیں۔ کشمیر آج بھی انتظار میں ہے، کسی معجزے کا نہیں بلکہ سچ بولنے کی ہمت کا۔ اس دن کا، جب دنیا جمہوریت کے نعروں کے پیچھے چھپی آمریت کو پہچانے گی، اور یہ تسلیم کرے گی کہ جمہوریت بندوق کے سائے میں نہیں، بلکہ آزاد انسان کے فیصلے میں زندہ ہوتی ہے۔ جب وہ دن آئے گا، تو 26 جنوری محض ایک تاریخ نہیں رہے گا، بلکہ ایک گواہی بن جائے گا، اس بات کی کہ آئین لکھے جا سکتے ہیں، مگر انصاف کو نافذ کرنا ہی اصل جمہوریت ہے۔ اب یہ تحریر اقوام عالم کے ضمیر سے نہیں، اس کی آنکھوں سے سوال کرتی ہے۔ اگر تم انسان ہو تو بتاؤ۔ کیا گمنام قبریں جمہوریت ہیں؟ کیا اندھی آنکھیں آئین کی فتح ہیں؟ کیا ماؤں کی عمر بھر کی آہیں کسی ریاستی مفاد سے کم قیمت رکھتی ہیں؟ اگر تم نے یہ سب دیکھا، سنا اور پھر بھی خاموش رہے تو یاد رکھو، تاریخ خاموشی کو غیر جانبداری نہیں مانتی، وہ اسے شراکت داری لکھتی ہے۔ آج اگر کشمیر پر ظلم جاری ہے تو اس میں بندوق کے ساتھ ساتھ تمہاری بے حسی بھی شامل جرم ہے۔ اور بھارت، اگر تم خود کو جمہوریت کہتے ہو تو پہلے آئین کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھو۔ جمہوریت طاقت سے نہیں، رضامندی سے زندہ رہتی ہے؛ قانون سے نہیں، انصاف سے پہچانی جاتی ہے؛ اور اکثریت سے نہیں، اقلیت کے تحفظ سے معتبر ہوتی ہے۔ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ جمہوریت نہیں، جمہوریت کی تذلیل ہے۔ تاریخ تمہیں تمہاری پریڈز سے نہیں، تمہاری قبروں سے پہچانے گی؛ تمہاری تقاریر سے نہیں، تمہارے زخموں سے پرکھے گی۔ یہاں ایک سخت سوال آزاد کشمیر کے اُن حکمرانوں کے لیے بھی ہے جو برسوں سے "بیس کیمپ" کے نام پر اقتدار کی کرسیوں کو تخت سمجھ کر سنبھالے بیٹھے ہیں۔ کب تک کشمیر کے نام پر سیاست، تقاریر، اخباری بیانات اور بے سود بیرونِ ملک دوروں کا کاروبار چلے گا؟ کب تک آزادی کو فائلوں، قراردادوں اور رسمی نعروں میں قید رکھا جائے گا؟ قوم اب تقریروں سے نہیں، عمل سے جواب مانگتی ہے۔ قوم اعتماد مانگتی ہے، شفافیت مانگتی ہے، سمت مانگتی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ کشمیر کے نام پر چلنے والا کاروبار بند کیا جائے اور کشمیر کے لیے چلنے والی تحریک زندہ کی جائے۔ عوام کو اعتماد میں لیا جائے، ایک واضح، سنجیدہ اور باوقار حکمت عملی سامنے رکھی جائے، داخلی اتحاد پیدا کیا جائے، اور سفارت، قانون، اخلاق اور مسلسل سیاسی جدوجہد کے محاذ پر فیصلہ کن قدم اٹھایا جائے۔ یہ جدوجہد نمائشی نہیں، نتیجہ خیز ہونی چاہیے؛ یہ سیاست نہیں، ذمہ داری ہونی چاہیے۔ یاد رکھو، اگر نیت صاف ہو اور راستہ واضح ہو تو پوری کشمیری قوم تمہارے ساتھ کھڑی ہوگی، اور پورا پاکستان تمہاری پشت بنے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ آزادی کو نعرہ نہیں، مقصد بنایا جائے؛ کشمیر کو موضوع نہیں، امانت سمجھا جائے؛ اور قیادت کو منصب نہیں، فرض مانا جائے۔ تاریخ دروازہ کھٹکھٹا چکی ہے، اب اگر جواب پھر تقریر نکلا تو فیصلہ قوم کرے گی، اور وہ فیصلہ سخت ہوگا۔ یہ آخری سطر نہیں، آخری موقع ہے۔

سید عمر اویس گردیزی کا تعلق آزاد کشمیر سے ہے۔ معروف صحافی اور دانشور ہیں۔ کشمیر الیوم کے مستقل کالم نگار ہیں اور بلامعاوضہ لکھتے ہیں

عزم وہمت کے پیکر شہید غلام رسول ڈارؒ

محمد شہباز

جناب غلام رسول ڈارؒ کو ہم سے بچھڑے 22 برس مکمل ہو چکے ہیں۔ 16 جنوری 2004 میں جمعہ کے دن ڈار صاحب سرینگر میں اپنے خفیہ مقام پر بھارتی افواج کی جانب سے مارے گئے چھاپے کے دوران جام شہادت نوش کر گئے۔ان کے ہمراہ عباس راہیؒ ڈوڈہ اور عابد بھائیؒ ترال بھی جام شہادت نوش کر گئے،جو باالترتیب حزب المجاہدین کے ملٹری ایڈوائزر اور ترجمان کی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے جبکہ خود ڈار صاحب حزب المجاہدین کے چیف آپریشنل کمانڈر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔1989 میں مقبوضہ جموں وکشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خاتمے کیلئے شروع کی گئی مسلح جدو جہد نے ہر مکتبہ فکر اور تنظیم و جماعت کو بھی اپنی جانب کھینچ لیا،چونکہ ڈار صاحب شروع دن سے اسلام کے مبلغ اور دین کے داعی کے طور پر جانے پہنچانے تھے،اپنے ضلع بڈگام میں ہر

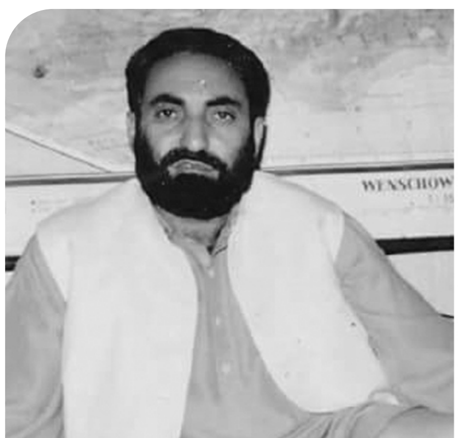

خاص و عام ان سے واقف اور شناسا تھے کیونکہ ڈار صاحب گاؤں گاؤں مساجد میں وعظ وتبلیغ کیلئے جاتے تھے،ان کی انہی انتھک کاوشوں نے انہیں نوجوان طبقے میں بے حد پذیرائی بخشی تھی،جماعت اسلامی مقبوضہ جموں وکشمیر کیساتھ وابستگی اور پھر

کشمیری زبان میں قرآن وحدیث بیاں کرنے میں ڈار صاحب کو ملکہ حاصل تھا۔ڈار صاحب کشمیر یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور فائن آرٹس میں گریجویشن کر چکے تھے۔انہیں انگریزی اور اردو زبانوں پر اچھا خاصا عبور حاصل تھا،مگر اپنی مادری زبان کشمیری کی شریں کلامی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔اسلام کے داعی اور مربی نے کشمیری نوجوانوں پر خصوصی توجہ مبذول کر رکھی تھی،جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت نواز جماعتوں کیساتھ وابستہ جو بزرگ ڈار صاحب کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے،وہ نوجوانوں کی جانب سے ڈار صاحب کی کھلی تائید کے باعث کمزور پڑ گئے تھے۔

ڈار صاحب کشمیر یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور فائن آرٹس میں گریجویشن کر چکے تھے۔انہیں انگریزی اور اردو زبانوں پر اچھا خاصا عبور حاصل تھا،مگر اپنی مادری زبان کشمیری کی شریں کلامی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔اسلام کے داعی اور مربی نے کشمیری نوجوانوں پر خصوصی توجہ مبذول کر رکھی تھی،جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت نواز جماعتوں کیساتھ وابستہ جو بزرگ ڈار صاحب کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے،وہ نوجوانوں کی جانب سے ڈار صاحب کی کھلی تائید کے باعث کمزور پڑ گئے تھے۔

ڈار صاحب کی دعوت وفکر نے نوجوانوں کے سینوں میں بھارت کے خلاف بغاوت کا لاوا ابھر دیا،جو 1989 میں ایک بغاوت کی شکل میں پھٹ پڑا۔تحریک مزاحمت کے اولین روح رواں محمد اشرف ڈارؒ اور شیخ عبدالوحید ڈار صاحب کو اپنا استاد اور ان کیساتھ بے حد عقیدت رکھتے تھے۔عسکری تحریک کے آغاز میں ہی ڈار صاحب بیس کیمپ روانہ ہوئے، یہاں پہنچتے ہی انہیں حزب المجاہدین کا اولین سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔جس پر وہ 1992 تک مسلسل ذمہ داری نبھاتے رہے۔وہ بیت المال کے بھی نگران تھے۔ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اپنے تو اپنے ان کے شدید مخالفیں بھی ان کی دیانت وامانت کے گرویدہ اور قائل تھے۔سیکرٹری جنرل کی ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد انہیں لانچنگ کی ذمہ داریاں تفویض کی گئیں۔ 1993 میں عسکری تحریک کی پہلی کاروائی میں شرکت کرنے والے محمد مقبول الٰہی کی شہادت کے بعد ڈار صاحب کو وسطی کشمیر کا ڈویژنل کمانڈر مقرر کیا گیا،انہوں نے رخت سفر باندھا اور اپنے ایک دیرینیہ کارکن اور ہمدرد الفت اور ماجد سلطان کے ہمراہ ایک دشوار گزار پہاڑی سلسلے کو عبور کرتے ہوئے میدان کارزار میں پہنچے۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں تین برس تک مجاہدین کی قیادت کرتے رہے۔انہی کے دور میں چرار شریف بڈگام کا مشہور زمانہ واقعہ بھی رونما ہوا،جہاں سینکڑوں مجاہدین چرار شریف کی درگاہ میں موجود تھے۔ہزاروں بھارتی فوجیوں نے چرار شریف جو وسطی ضلع بڈگام کی سب سے بڑی بستی بھی ہے کو باہر

سے محاصرے میں لے رکھا تھا، جوتقریباً ایک ماہ تک جاری رہا، جس میں حزب المجاہدین کے بٹالین کمانڈر ظفر کاوا شہید جبکہ باقی سارے مجاہدین بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ جس کے انتقام میں بھارتی سفاکوں نے چرار شریف کی پوری بستی کو آگ لگا کر سینکڑوں رہائشی مکانات اور درگاہ کو نذر آتش کیا تھا۔ چرار شریف کا محاصرہ اور مجاہدین کا بچ نکلنا بھارت کیلئے عالمی سطح پر سبکی کا باعث بنا، کیونکہ عالمی میڈیا نے پہلی بار چرار شریف کے لوگوں کے ساتھ براہ راست بات چیت کی تھی۔ جس میں اہلیان چرار شریف نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ بستی کو بھارتیوں کے ہاتھوں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرنا قبول مگر مجاہدین کا نقصان ناقابل برداشت ہے۔ 1996 کے اواخر میں ڈار صاحب کو دوبارہ بیس کیمپ بلایا گیا۔ ان کی جگہ جناب میر احمد حسنؒ کو میدان کارزار میں بھیجا گیا، گو کہ میر احمد حسن مقبوضہ وادی کشمیر جانے کے بجائے پونچھ و راجوری کی طرف چلے گئے، جہاں اگست 1997 میں وہ ایک خونریز معرکے میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

ڈار صاحب 1997 سے لیکر 2003 تک حزب المجاہدین کی مختلف ذمہ داریوں پر فائز رہے۔ 1997 میں وہ نیلم ویلی سے واپس آرہے تھے تو ایک خطرناک موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی حادثے کا شکار ہوئی، جس میں ان کے ڈرائیور عرفان شہید جبکہ خود ڈار صاحب شدید زخمی ہوئے تھے۔ جس کے نتیجے میں انہیں CMH مظفر آباد میں کئی دنوں تک ایڈمٹ رہنا پڑا۔ 1998-99 میں ان کے بچے بھی ہجرت کر کے یہاں پہنچے۔ ان کی فیملی کو شدید مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا، بھارتیوں نے ڈار صاحب کی فیملی کو بے وطن ہونے پر مجبور کیا۔ 2003 میں حزب المجاہدین نے میدان کارزار کی پیش بندی اور حکمت عملی کے پیش نظر ڈار صاحب کو جناب انعام اللہ خان کی شہادت کے بعد چیف آپریشنل کمانڈر مقرر کیا۔ ڈار صاحب اگست 2003 میں ایک بار پھر عسکری میدان میں تشریف لے گئے۔ چھ ماہ تک ڈار صاحب عسکری داؤ پیچ اور مجاہدین کو برہمن سامراج کے خلاف نبرد آزما کرانے کی قیادت اگلی صفوں میں کرتے رہے۔ شب و روز گزرتے رہے۔ مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارت جدید ٹیکنالوجی متعارف کراچکا تھا۔ عسکری میدان میں ڈار صاحب 1993 سے 1997 چار برس تک داد شجاعت دیتے رہے۔ حکمت عملی بدل چکی تھی۔ 2001 کے بعد عالمی حالات یکسر اسلام پسندوں کے برعکس موڑ کاٹ چکے تھے۔ بھارت ان بدلتے عالمی حالات کا بھرپور فائدہ اٹھا رہا تھا۔ امریکہ بھارت کو اپنا حلیف قرار دیکر اس سے سیٹلائٹ ٹیکنالوجی بھی فراہم کرچکا تھا۔ ڈار صاحب کے ایک قریبی ساتھی اور ملٹری ایڈوائزر کو گرفتار کیا جاچکا تھا۔ ڈار صاحب دارالحکومت سرینگر میں اپنے خفیہ ٹھکانے پر موجود تھے۔ ان کے سیٹلائٹ

شہید غلام رسول ڈار

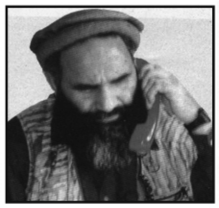
شہید احمد حسن

شہید محمد اشرف ڈار

شہید محمد مقبول علائی

فون کی ٹریکنگ مسلسل ہورہی تھی اور پھر 16 جنوری 2004 میں بھارتی فوجیوں نے سرینگر کے اس علاقے کو کارڈن آف کیا جہاں ڈار صاحب اپنے خفیہ مقام پر موجود تھے، ان کے ساتھ حزب المجاہدین کے ترجمان عابد بھائی ترال بھی موجود تھے۔ دونوں نے ہزاروں بھارتی فوجیوں کا مقابلہ کیا اور پھر دونوں شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ یقیناً ڈار صاحب اسی مقام اور مرتبے کے حق دار تھے جو انہیں 16 جنوری 2004 میں نصیب ہوا۔ یہ سعادت ہر ایک کے نصیب میں بھی نہیں ہوتی، البتہ انہوں نے جن ہزاروں کشمیری نوجوانوں کو شہادت کے راستے کے سفر پر گامزن کیا، خود بھی اسی راستے پر بڑی ثابت قدمی کیساتھ فائز رہے اور پھر اپنے لہو سے اس بات کی گواہی دی ہے کہ ۔ اے میرے دوست! ذرا دیکھ میں ہارا تو نہیں میرا سر بھی تو پڑا ہے میرے دستار کے ساتھ۔ یہاں یہ بتاتا چلوں کہ ڈار صاحب جماعت اسلامی کے حوالے سے کافی حساس تھے۔ وہ کوئی خلاف معمول بات برداشت نہیں کرتے تھے۔ اپنے وقت کے امرائے جماعت اسلامی جناب قاضی حسین احمد اور جناب عبدالرشید ترابی کیساتھ ان کی بڑی عقیدت اور احترام کا رشتہ تھا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ ناگزیر ہے کہ ڈار صاحب جیسی شخصیات عسکری نہیں بلکہ دعوتی فکر وشعور کی حامل تھیں۔ البتہ تاریخی حوادث نے نجانے کتنی ایسی شخصیات کو عسکری میدان کی جانب دھکیلا جو عسکریت کے بجائے دعوت وتبلیغ میں اپنا لوہا منواتیں لیکن مورخ جب ڈار صاحب جیسی شخصیت کا تذکرہ کرے گا، تو یہ ضرور لکھے بغیر نہیں رہے گا، کہ جس شخص کے خطابات نے ہزاروں نوجوانوں کے جذبوں کو بھارت جیسی برہمن سامراج کیساتھ ٹکرانے پر آمادہ بہ مائل کیا، بالآخر اسی راستے میں 52 برس کی عمر میں اپنا لہو بھی بہایا۔ اللہ تعالیٰ ڈار صاحب اور ان لاکھوں کشمیریوں کی قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا، جنہوں نے اپنا آج قوم کے کل پر قربان کیا ہے۔ یہ قربانیاں اور شہادتیں ضرور آزادی کشمیر میں ممد ومعاون ثابت ہوں گی۔ ڈار صاحب کی شہادت تازہ ہوا کا ایک جھونکا ثابت ہوئی، جس کی مہک آج بھی محسوس کی جارہی ہے۔ شہید ڈار صاحب کی اہلیہ محترمہ جو کہ ہم سب کیلئے ماں کا درجہ رکھتی تھیں وہ بھی 17 فروری 2021 میں اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ڈار صاحب کی ذات ایک نمونہ عمل تھیں جس کی گواہی ان کا اجلا کردار بار بار دے رہا ہے۔ بالخصوص 1997 اور 2004 میں جب حزب المجاہدین سخت آزمائشوں سے دوچار ہوئی تو ان ایام میں ڈار صاحب نے جس ثابت قدمی اور اولوالعزمی کا مظاہرہ کیا تھا وہ انہی کا خاصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ شہید ڈار صاحب اور دوسرے لاکھوں کشمیریوں کی ان قربانیوں کے صدقے اہل کشمیر کو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لیں اور بھارت کے غاصبانہ قبضے کی صورت میں جو طویل اور سیاہ رات مسلط ہے اس کا خاتمہ فرمائیں۔ خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

جناب محمد شہباز بڈگامی معروف کشمیری صحافی اور کالم نگار ہیں۔
کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلامعاوضہ لکھتے ہیں۔

سال 2025ء۔۔۔کشمیر کی داستانِ خونچکاں کا ایک اور باب ختم

فاروق قیصر

مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارت کو اپنا فوجی تسلط جمائے ہوئے 78 برس بیت گئے ہیں ۔تاریخ کشمیر کا ہر باب ایک سیاہ باب اور ہر داستان داستان خونچکاں ہے جسے انسانیت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔جموں وکشمیر کے سبزہ زار ہوں ، کھیت وکھلیاں ہوں ،میدان ہوں یا برف پوش چوٹیاں ہرجگہ انسانی لہو سے رنگی گئی۔بھارتی افواج نے چنگیزیت کو مات دے کر آج تک پانچ لاکھ سے فرزندان کشمیر کا خون پانی کی طرح بہا کر کشمیری خاندانوں کی زندگیوں کے چراغ ہمیشہ کے لیے ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ کر گُل کر دئیے۔صرف 37 سالہ مسلح جدو جہد کے دوران ہی ستانوے ہزار سے کے لگ بھگ کشمیری مسلمان شہید ہو چکے ہیں، جن میں دو ہزار تین سوچھپن خواتین اور ایک ہزار کے قریب بچے بھی شامل ہیں۔اس عرصے میں بھارتی فوج نے دولاکھ کے قریب عام شہریوں کو مختلف بہانوں سے گرفتار کیا، گیارہ ہزار سے زائد خواتین کی آبروریزی کی گئی ۔دس لاکھ سے زائد رہائشی مکانات کو خاکستر کیا گیا جبکہ جنگلات ،فصلوں اور پھل دار درختوں کو تباہ کر کے کشمیر کے محنت کشوں کو کھربوں کا نقصان پہنچایا ۔سال 2025ء میں مقبوضہ کشمیر میں قلیل مجاہدین کی جماعت نے وسائل نہ ہونے کے باوجود بھارتی افواج جو جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ ہے کا دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے اپنی کارروائیاں جاری رکھیں ۔سال 2025 میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان سو سے زیادہ جھڑپیں ہوئیں جن میں رپورٹ کے مطابق ضلع پلوامہ کے علاقے اونتی پورہ ترال میں حزب المجاہدین سے وابستہ مجاہدین اور بھارتی افواج کے درمیان ایک خونی معرکہ کے نتیجے میں تین مجاہدین کمانڈر محمد آصف المعروف زاہد ولد غلام محمد شیخ ساکنہ منگھامہ ترال پلوامہ، عامر نذیر المعروف غازی بابا ولد نذیر احمد ساکنہ کھاسی پورہ ترال پلوامہ، یاور احمد المعروف ابوضرار ولد نذیر احمد ساکنہ لرو ترال پلوامہ نے خون کے آخری قطرے تک لڑ کر اپنا گرم گرم لہو اسلام وآزادی کے لئے نچھاور کیا اور اللہ کے حضور سرخرو ٹھہرے۔ان شہداء سمیت سال 2025ء میں 58 مجاہدین نے بھارتی فوج کے سامنے جھکنے کے بجائے اپنی گردنیں کٹوائیں اور ان کا لہو بھی لاکھوں شہداء کے لہو کے ساتھ مل چکا ہے ۔ان جھڑپوں کے دوران مجاہدین کی تیر بہدف کارروائیوں میں سات فوجی آفیسروں جن میں JCO کلدیپ چاند بھی شامل ہے سمیت 88 بھارتی فوجی ہلاک جبکہ تین آفیسروں سمیت 89 زخمی ہوئے ہیں۔ بھارتی فوج نے رپورٹ کے مطابق 90 رہائشی مکانوں کو بارود لگا کر دھماکہ سے

سالانہ رپورٹ 2025ء	
مجاہدین شہید دوران جھڑپ	58
بھارتی فوجی ہلاک دوران جھڑپ	88
بھارتی فوجی زخمی دوران جھڑپ	89
بھارتی فوجی ہلاک دوران خودکشی	20
بھارتی فوجی گاڑیاں تباہ دوران تصادم	02
بھارتی فوج کے ہاتھوں جھڑپوں کے دوران مکانات تباہ	90
بھارتی فوج کے فائرنگ سے عام شہری شہید	37
بھارتی فوج کی فائرنگ وشیلنگ سے عام شہری زخمی	177
جائیدادیں ضبط	109
بھارتی فوج و پولیس کے ہاتھوں عام شہری گرفتار	7488
لاشیں برآمد	32
مجاہدین کے ساتھ کام کرنے کے الزام میں نوجوان گرفتار	26

تباہ کردیا جن پر انہیں شبہ تھا کہ یہ مکانات مجاہدین نے کمین گاہ کے طور پر استعمال کیئے ہونگے۔بھارتی فوج نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے ظالمانہ کارروائیاں کرتے ہوئے سال 2025 میں تین خواتین سمیت 37 نہتے شہریوں کو بے دردی کے ساتھ شہید اور 177 کو زخمی کیا جبکہ بھارتی فوج اور عوام کے درمیان تصادم کے دوران درجنوں پولیس اہلکار زخمی اور دو بھارتی فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں۔سال 2025ء میں بھارتی حکومت نے کشمیریوں کے حقوق اور قدرتی وسائل چھین لینے میں اور مقبوضہ علاقے کی مسلم اکثریت کو تبدیل کرنے کے لیے مقبوضہ علاقے میں ہزاروں بھارتی شہریوں اور دیگر غیر کشمیریوں کو ڈومیسائل سرٹیفکیٹ جاری کیئے گئے ہیں جبکہ بھارتی زمانہ بدنام ایجنسیوں CIK,SIA,NIA، نے بھارتی پولیس کے ساتھ مل کر چھاپوں کے دوران کالے قانوں کے تحت آزادی پسند راہنماؤں سمیت 109 کشمیریوں کی جائیدادیں ضبط کیں۔بھارت نے مقبوضہ علاقے کو معاشی پسماندگی کی طرف دھکیلنے کیلئے 15 سرکاری ملازمین کو جھوٹے الزامات عائد کرکے برطرف کر دیا ہے۔ بھارتی فوج کے ہاتھوں محاصروں اور تلاشی کارروائیوں کے دوران 57 ڈاکٹروں اور درجنوں صحافیوں جن میں عرفان معراج بھی شامل ہیں سمیت 7488 کشمیریوں کو گرفتار کرلیا ہے۔ان محاصروں اور تلاشی مہموں کے دوران مجاہدین کے ساتھ بطور بالائی ورکر کام کرنے کے جھوٹے الزامات لگا کر بھارتی فوج نے 26 نوجوانوں کو گرفتار کرکے جیلوں میں ڈال دیا جہاں ان جیلوں کی کال کوٹھریوں میں پہلے ہی کل جماعتی حریت کانفرنس کے چیئرمین مسرت عالم بٹ،شبیر احمد شاہ،محمد یاسین ملک،نعیم احمد خان، آسیہ اندرابی،فہمیدہ صوفی، ناہیدہ نسرین، ایاز محمد اکبر، پیر سیف اللہ، راجہ معراج الدین کلوال،شاہد الاسلام، فاروق احمد ڈار، سید شاہد یوسف، سید شکیل یوسف، مظفر احمد ڈار، غلام محمد بٹ، مشتاق الاسلام، امیر حمزہ، مولوی بشیر عرفانی، بلال صدیقی، ایڈووکیٹ میاں عبدالقیوم، ڈاکٹر حمید فیاض، ایڈووکیٹ زاہد علی، محمد رفیق گنائی، حیات احمد بٹ، عمر عادل ڈار، ڈاکٹر محمد قاسم فکتو، غلام قادر بٹ، محمد شفیع شریعتی، فردوس احمد شاہ، فیاض حسین جعفری، محمد یاسین بٹ، ظہور احمد بٹ، عبدالاحد پرہ، شوکت حکیم، معراج الدین نندا، وحید احمد گوجری، محمود ٹوپی والا، فیروز عادل زرگر، داؤد زرگر، نور محمد فیاض، اسداللہ پرے، خرم پرویز، محمد احسن اونتو سمیت 5 ہزار سے زائد کشمیری مقبوضہ جموں وکشمیر اور بھارت کی جیلوں میں بند ہیں ۔رپورٹ کے مطابق سال 2025ء میں روز بہ روز بھارتی فوج پر ذہنی دباؤ بڑھ رہا ہے، بھارتی فوج اور ان پر براجمان آفیسروں میں تلخیاں عروج پر ہیں ، بھارتی فوجی اپنے آفیسروں کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہیں یہی وجہ ہے ایک آفیسر سمیت 20 بھارتی فوجی اہلکاروں نے اپنی ہی سروس رائفلوں سے خود پر فائرنگ کرکے خود کشیاں کیں اور اپنی زندگیوں کا خاتمہ کردیا۔خودکشیوں کے بدستور بڑھتے ہوئے رجحانات اس بات کی غماز ہے کہ بھارتی فوج نفساتی طور پر کتنی مفلوج ہو چکی ہے ۔صرف انیس سال سے زائد عرصے کے دوران خودکشیاں کرنے والے بھارتی فوجیوں کی تعداد 638 تک پہنچ چکی ہے۔مختلف حادثات کے دوران 10 آفیسروں جن میں ایک کرنل بھی شامل ہے سمیت 69 بھارتی فوجی ہلاک جبکہ چار آفیسروں سمیت 88 فوجی اہلکار زخمی ہوئے۔سال 2025 میں کے مختلف علاقوں سے ایک خاتون اور دو بچوں سمیت 32 لاشیں برآمد کرلی گیئں جن میں متعدد لاشیں گولیوں سے چھلنی ہو چکی تھیں جبکہ متعدد نوجوان لاپتہ ہوگئے ہیں ان لاپتہ ہوئے افراد کے گھر والوں کو ان کے بارے میں کوئی واقفیت نہیں ہے کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں کیا انہیں زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ کشمیری قوم اپنے جائز حقوق کے لیے جدوجہد جاری رکھنے کے لیے پرعزم ہیں، ۔عالمی برادری ،عالمی طاقتوں اور اداروں کو مقبوضہ جموں وکشمیر میں انسانیت کے خلاف جرائم پر اپنی خاموشی توڑ دینی چاہیے اور بھارت کے ظالمانہ اقدامات کا نوٹس لینا چاہیے تاکہ کشمیریوں کی امنگوں اور اقوام متحدہ کی متعلقہ قراردادوں کے مطابق تنازعہ کشمیر کے حل کیلئے راستہ ہموار ہوسکے اور کشمیر میں ظلم و بربریت کے سیاہ باب بھی ختم ہوسکیں۔

❁❁❁

سال 2025ء میں روز بہ روز بھارتی فوج پر ذہنی دباؤ بڑھ رہا ہے، بھارتی فوج اور ان پر براجمان آفیسروں میں تلخیاں عروج پر ہیں، بھارتی فوجی اپنے آفیسروں کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہیں یہی وجہ ہے ایک آفیسر سمیت 20 بھارتی فوجی اہلکاروں نے اپنی ہی سروس رائفلوں سے خود پر فائرنگ کرکے خودکشیاں کیں اور اپنی زندگیوں کا خاتمہ کردیا۔خودکشیوں کے بدستور بڑھتے ہوئے رجحانات اس بات کی غماز ہے کہ بھارتی فوج نفساتی طور پر کتنی مفلوج ہوچکی ہے ۔صرف انیس سال سے زائد عرصے کے دوران خودکشیاں کرنے والے بھارتی فوجیوں کی تعداد 638 تک پہنچ چکی ہے۔

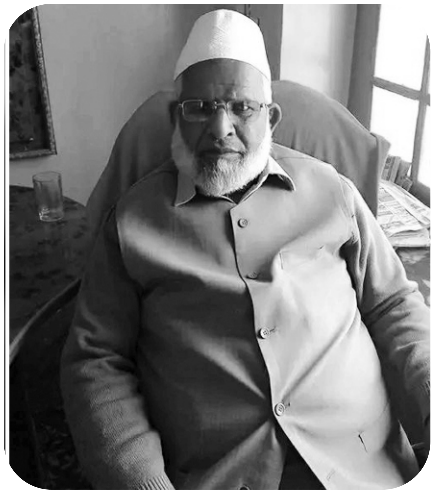

حضرت غلام نبی شائقؒ ۔ شجرہائے سایہ دار

شیخ محمد امین

حضرت غلام نبی شائقؒ کا تعلق لولاب کلاروس سے تھا، وہی سرسبز و شاداب وادی جو اپنی فطری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ فکری، دینی اور مزاحمتی تاریخ کی ایک درخشاں علامت سمجھی جاتی ہے۔ یہ وہی وادی لولاب ہے جہاں حضرت انور شاہ کشمیریؒ جیسے جلیل القدر عالم دین نے آنکھ کھولی، جنہوں نے علم، اجتہاد اور دینی بصیرت سے برصغیر کی فکری تاریخ پر گہرے نقوش ثبت کیے۔ یہی وہ لولاب ہے جہاں حضرت محمد اشرف صحرائیؒ نے جنم لیا اور جس نے اپنی پوری زندگی، بلکہ اپنے پورے خاندان کو تحریک آزادی کشمیر اور اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا۔ اسی مقدس سرزمین سے ڈاکٹر منان بشیر وانی ؒ جیسے فرزند وطن نے جنم لیا، جس نے اپنی تعلیم، شعور اور جان کا نذرانہ دے کر دنیا کو یہ سبق یاد دلایا کہ آزادی محض ایک نعرہ نہیں بلکہ قربانی، استقامت اور یقین کا نام ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں بلکہ تاریخ کا تسلسل ہے کہ اسی وادی لولاب کی خاک سے غلام نبی اہانگر المعروف شائق صاحبؒ جیسے عظیم انسان نے بھی جنم لیا۔ ایک ایسا انسان جس نے علم، تربیت، جدوجہد اور کردار کے ذریعے اس دھرتی کی روایت کو آگے بڑھایا اور ثابت کیا کہ لولاب صرف حسن فطرت ہی نہیں، حسن فکر اور حسن قربانی کی بھی امین ہے۔ ایسے لوگ جب رخصت ہوتے ہیں تو اپنے پیچھے صرف یادیں نہیں بلکہ فکر، کردار اور جدوجہد کا ایک روشن راستہ چھوڑ جاتے ہیں جس پر چلتے ہوئے آنے والی نسلیں چل کر اپنی منزل متعین کرتی ہیں۔ غلام نبی شائقؒ انہی نابغہ روزگار شخصیات میں سے تھے جن کی زندگی خاموش مگر گہری معنویت سے بھرپور تھی۔ میں جب انہیں یاد کرتا ہوں تو میرے ذہن میں محض ایک نام نہیں ابھرتا بلکہ کئی رشتے، کئی پہچانیں اور کئی زاویے ایک ساتھ روشن ہو جاتے ہیں۔ وہ شجرہائے سایہ دار، ایک ایسے مربی اور مرشد جن کی صحبت انسان کو خود اپنے اندر جھانکنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ وہ بے لوث محبت کرنے والے، محفل کی رونق، مزاج شناس، مخلص ناصح اور بذلہ سنج انسان تھے۔ ان کی گفتگو میں شائستگی بھی تھی اور گہرائی بھی، اور ان کے عمل میں وہ استقامت تھی جو صرف نظریے سے وابستہ لوگوں کا خاصہ ہوتی ہے۔ ان کی شخصیت کو اگر کسی ایک مصرع میں سمیٹا جائے تو وہ بلاتردد علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

وہ شجرہائے سایہ دار، ایک ایسے مربی اور مرشد جن کی صحبت انسان کو خود اپنے اندر جھانکنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ وہ بے لوث محبت کرنے والے، محفل کی رونق، مزاج شناس، مخلص ناصح اور بذلہ سنج انسان تھے۔ ان کی گفتگو میں شائستگی بھی تھی اور گہرائی بھی، اور ان کے عمل میں وہ استقامت تھی جو صرف نظریے سے وابستہ لوگوں کا خاصہ ہوتی ہے۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

غلام نبی شائقؒ نے اپنی دنیا خود بسائی اور اسے اپنے فکر و کردار سے سنوارا۔ وہ محض باتوں کے معمار نہیں تھے بلکہ ایک عملی انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم ادارہ نور الہدیٰ ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی ہر اینٹ، ہر راہداری اور ہر کمرہ ان کی محبت، محنت اور اخلاص کی خوشبو سے معطر محسوس ہوتا ہے۔ یہ ادارہ ان کے لیے صرف ایک تعلیمی مرکز نہیں تھا بلکہ ایک مشن، ایک خواب اور ایک ذمہ داری تھا۔ وہ استاد تھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تھے لیکن وہ تعلیم کو محض نصابی ضرورت نہیں بلکہ کردار سازی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک علم وہ تھا جو آدمی کو انسان بنائے، اور تربیت وہ تھی جو معاشرے کو سنوار دے۔ ان کی صحبت نے مجھے اور بے شمار دیگر لوگوں کو وہ اسباق سکھائے جو کسی کتاب کے باب میں درج نہیں ہوتے۔ انہوں نے ہمیں سکھایا کہ ضبط کیا ہوتا ہے، اخلاص کس طرح عمل میں ڈھلتا ہے،

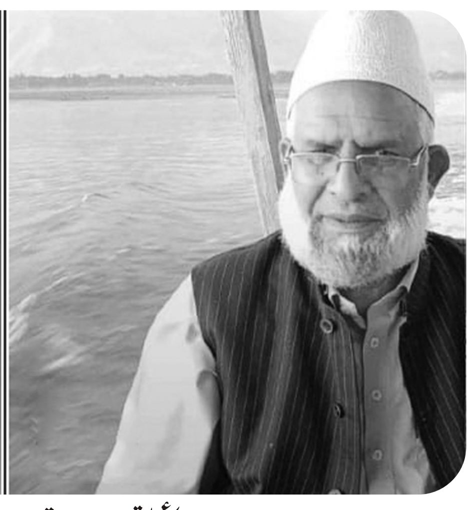

اور خدمت خلق کس طرح انسان کو بلندی عطا کرتی ہے۔ وہ صرف عمارتوں کی بنیاد نہیں رکھتے تھے بلکہ دلوں میں تہذیب، شعور اور کردار کی بنیادیں استوار کرتے تھے۔ ان کی رہنمائی میں بہت سے نوجوانوں نے اپنی زندگی کی سمت پائی اور معاشرے کے لیے کچھ کرنے کا حوصلہ حاصل کیا۔ غلام نبی شائقؒ کی زندگی محض تعلیم اور تربیت تک محدود نہیں تھی، بلکہ وہ ایک ہمہ جہت جدوجہد کی داستان تھی۔ وہ جماعت اسلامی کے رکن اور رکن شوریٰ رہے، جہاں ان کی خطابت اور عمل دونوں نمایاں تھے۔ وہ دلیل

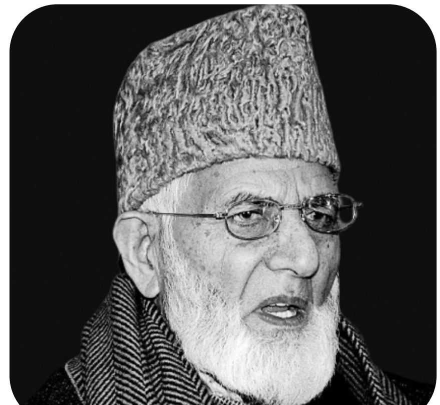

سے ہر بات کرتے تھے اور بدترین مخالفین تک کو دلیل سے ہی قائل کرتے تھے۔ ان کی سیاست اقتدار کی نہیں بلکہ کردار کی

غلام نبی شائقؒ کو امام سید علی گیلانیؒ سے گہری محبت اور مجاہدین کشمیر سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ یہ محبت اور لگاؤ جذباتی نہیں بلکہ فکری اور نظریاتی تھا۔ وہ تحریک آزادی کشمیر کو ایک جائز اور اخلاقی جدوجہد سمجھتے تھے، اور اسی وابستگی نے ان کی زندگی کو آزمائشوں سے بھر دیا۔ یہ محبت ان کے لیے جرم بن گئی۔ انہیں اپنے نظریے کی قیمت چکانی پڑی، گھر سے بے گھر ہونا پڑا، اور بے شمار دکھ سہنے پڑے۔ ان کے بھائی کو شہید کیا گیا، ان کے بھتیجے کو شہادت کا رتبہ نصیب ہوا، اور ان کا آبائی گھر خاکستر کر دیا گیا۔

سیاست تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اصل تبدیلی ایوانوں سے نہیں بلکہ انسان کے اندر سے آتی ہے۔ ان کے ساتھ میرا تعلق محض فکری یا تنظیمی نہیں تھا بلکہ خالصتاً انسانی اور گھریلو نوعیت کا بھی تھا۔ وہ ہمارے گھر آتے جاتے تھے، ہمارے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ الحمدللہ میری تربیت میں ان کا نمایاں کردار رہا

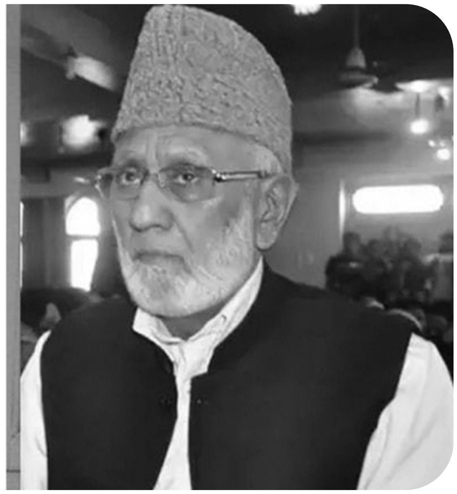

ہے۔ ان کی شفقت میں ایک عجیب توازن تھا۔ نہ وہ بے جا نرمی دکھاتے تھے اور نہ سختی، بلکہ اصلاح کا وہ انداز اختیار کرتے تھے جو دل میں اتر جاتا تھا۔ غلام نبی شائقؒ کو امام سید علی گیلانیؒ سے گہری محبت اور مجاہدین کشمیر سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ یہ محبت اور لگاؤ جذباتی نہیں بلکہ فکری اور نظریاتی تھا۔ وہ تحریک آزادی کشمیر کو ایک جائز اور اخلاقی جدوجہد سمجھتے تھے، اور اسی وابستگی نے ان کی زندگی کو آزمائشوں سے بھر دیا۔ یہ محبت ان کے لیے جرم بن گئی۔ انہیں اپنے نظریے کی قیمت چکانی پڑی، گھر سے بے گھر ہونا پڑا، اور بے شمار دکھ سہنے پڑے۔ ان کے بھائی کو شہید کیا گیا، ان کے بھتیجے کو شہادت کا رتبہ نصیب ہوا، اور ان کا آبائی گھر خاکستر کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ محض اس لیے ہوا کہ وہ حق کی آواز بلند کرتے تھے اور ظلم کے سامنے سر جھکانے سے انکار کرتے تھے۔ شائق صاحبؒ کی زندگی کشمیر کی جدوجہد کا ایک روشن باب

ہے، جہاں استقامت، قربانی اور وفاداری کی مثالیں بکھری ہوئی ہیں۔ آج ان کی رحلت کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے جیسے واقعی سر سے ایک سایہ اٹھ گیا ہو۔ مگر یہ احساس عارضی ہے، کیونکہ ان کی تعلیمات، ان کی نصیحتیں اور ان کا طرزِ عمل آج بھی ہمارے دلوں اور ذہنوں میں زندہ ہے۔ وہ ہمیں بار بار یاد دلاتے تھے کہ زندگی کا اصل مقصد خود نمائی نہیں بلکہ خدمت ہے، اور کامیابی کا معیار شہرت نہیں بلکہ اخلاص ہے۔ ان کا وجود خود ایک درس تھا، اور ان کی خاموشی بھی ایک پیغام تھا۔ ان کے جانے کے بعد یہ ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے کہ ان کے مشن کو فراموش نہ کریں۔ انہوں نے ہمیں سکھایا کہ حقیقی قیادت وہ نہیں جو نعروں سے دل جیتے، بلکہ وہ ہے جو کردار سے دلوں کو مسخر کر لے۔ غلام نبی شائقؒ کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ فرد اگر سچا، مخلص اور ثابت قدم ہو تو وہ تن تنہا بھی ایک تحریک بن سکتا ہے۔ بار بار یہ کہنے اور اس حقیقت کا گواہ بننے کو جی چاہتا ہے کہ وہ ایک معلم بھی تھے، ایک مجاہد بھی، ایک مربی بھی اور ایک بے لوث دوست اور ایک قائد بھی۔ ان کی یاد محض ایک شخص کی یاد نہیں بلکہ ایک فکر کی یاد ہے، جو آنے والی نسلوں کو راستہ دکھاتی رہے گی۔ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے منزل مراد حاصل کریں۔ آمین یا رب العالمین

غزہ اور کشمیر کے مجرم

محمد احسان مہر

عالمی برادری نے 1948 میں دوسری عالمی جنگ کے بعد تباہ حال دنیا کو جب نئے سرے سے جنگ و جدل سے پاک عدل وانصاف اور ترقی وخوشحالی کیلئے اور سب سے بڑھ کر باہمی احترام ،انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے اقوام متحدہ جیسے ادارے کو قائم کیا تو کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ عالمی استعماری طاقتیں، اقوام متحدہ جیسے ادارے کو بھی اپنے مفادات کے لئے استعمال کرسکتا ہے ۔لیکن جس طرح عالمی طاقتوں نے دوسری جنگ عظیم کے تمام تر منفی اثرات امت مسلمہ کی جھولی میں ڈالے ، بالخصوص خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کی شکل میں بالکل اسی طرح اقوام متحدہ کے قیام کے ساتھ ہی عالمی طاقتوں نے امت مسلمہ کے قلب پر دو زخم بھی چھوڑے فلسطین اور کشمیر کا مسئلہ۔

فلسطین اور کشمیر کے مسائل مذہبی ،تاریخی ،ثقافتی اور قانونی طور پر حل کرنے کی اگر سنجیدہ کوشش کی جائے تو یہ چند دنوں کی بات ہے ۔لیکن تمام تر تاریخی دستاویزات اور بین الاقوامی قوانین کی موجودگی لیکن پھر بھی اقوام متحدہ اور عالمی برادری 78 سال سے ان مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہی ۔دوسری طرف طاقتور مسلم ریاستیں مسائل حل کرنے کی بجائے باہمی چپقلش محلاتی سازشوں ، باہمی دست گریباں اور اندرونی طور پر ہارڈ اسٹیٹ بننے کے چکر میں ملک میں ہی پاور شو کرنے پر بضد نظر آتی ہیں تو ایسے میں غزہ اور کشمیر کے مجرم امت مسلمہ کے لئے تباہی و بربادی کے نئے دروزے کھول رہے ہیں ۔اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو غزہ کی تباہی و بربادی کے بعد غزہ جنگ بندی معاہدے کو سبوتاژ کرتے ہوئے غزہ پر حملے کر رہا ہے ۔جس سے حماس اور امدادی کارکنوں کو ملبے سے شہداء اور زخمیوں کو نکالنے میں شدید دشواری کا سامنا ہے ۔حماس نے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور ثالثوں کو معاہدے کی حساسیت سے خبردار کر رہا ہے ۔جنگ بندی کے بعد اسرائیلی حملے میں حماس راہنما کی شہادت کی اطلاعات کے بعد امریکی صدر کہہ رہے ہیں کہ ہم جائزہ لے رہے ہیں کہ اسرائیل نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں ۔غزہ کی طرح کشمیر میں بھی نریندر مودی کی سرپرستی میں بھارت ظلم و بربریت کے نئے باب رقم کر رہا ہے ۔بھارت بین الاقوامی قوانین، اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی اور کشمیریوں کی نسل کشی میں مصروف ہے ۔بھارت اقوام متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کا بھی مرتکب ہو رہا ہے ۔

غزہ اور کشمیر کے یہ مجرم بڑی ڈھٹائی سے اپنے مکروہ عزائم پر کاربند نظر آتے ہیں ۔گریٹر اسرائیل اور اکھنڈ بھارت کے خود ساختہ ایجنڈے دنیا کے امن وسلامتی کو تباہی و بربادی کی طرف دھکیل رہے ہیں ۔اسرائیل 1948 سے ہی فلسطینی مسلمانوں کی زمین ہتھیانے اور ان کی نسل کشی میں مصروف ہے اور مصر اردن شام اور لبنان کے سرحدی علاقوں پر قابض ہے ۔گریٹر اسرائیلی عزائم مشرق وسطیٰ کو جنگ کی آگ میں دھکیلنے کی ناکام کوشش ہے ۔نیتن یاہو کی عالمی قوانین کی خلاف ورزیاں اور غزہ جنگ میں انسانی حقوق کی پامالیوں کی وجہ سے عالمی عدالت انصاف انہیں جنگی مجرم بھی قرار دے چکی ہے ۔

جنوبی ایشیاء میں بھارتی وزیر اعظم مودی خطے اور ہمسایہ ممالک میں دہشت گردانہ کاروائیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے بھارت کے اندر مسلمان بلوائیوں کے تشدد کا شکار ہیں اور دوسری طرف بھارتی اقلیتیں بھی عدم تحفظ کا شکار ہیں ۔بھارتی صوبہ بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار کا سرکاری ڈگری دینے کے دوران مسلمان خاتون کا نقاب نوچنا تعصب اور نفرت کی واضح علامت ہے ۔78 سال سے ریاست کشمیر کے مسلمان بھارتی قابض افواج کے ظلم و بربریت کا سامنا کر رہے ہیں ۔جذبہ حریت سے سرشار کشمیری مسلمان لاکھوں جانوں کی قربانیاں دے چکے ہیں ۔ہماری عفت مآب مائیں ،بہنیں اور بیٹیاں ، بھارتی ظلم وستم کا بڑے حوصلے اور عزم کے ساتھ سامنا کر رہی ہیں ۔ہزاروں کشمیری نوجوان لاپتہ اور سینکڑوں بھارتی عقوبت خانوں میں ٹارچر برداشت کر رہے ہیں ۔سوال یہ ہے کیا عالمی برادری اور اقوام متحدہ غزہ اور کشمیر کے مجرموں کو عالمی امن تباہ کرنے کے لئے آخر کب تک کھلا چھوڑ سکتی ہیں ۔۔۔؟

آسٹریلیا کے شہر سڈنی کے ساحل بونڈائی پر یہودی مذہبی تقریبات کے دوران ہونے والے حملے کے تناظر میں فرانس کے صدر میکرون نے کہا ہے کہ عالمی برادری نفرت اور انتہا پسندی کے خلاف مشترکہ کوشش کرے ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نفرت تعصب اور انتہا پسندی کی بنیاد پر کسی کو دہشت گردی کا نشانہ بنانا کسی طور پر قابل قبول نہیں ہے اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے ۔اسی طرح تنازعات کی بنیاد پر انسانی زندگیوں پر حملے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ۔لیکن اگر حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے تو پھر غزہ اور کشمیر میں 78 سال سے انسانی زندگیوں سے کھیلنے والے عالمی دہشت گردوں کو لگام کون دے گا ؟ عالمی برادری میں نئی گروہ بندی اور عالمی طاقتوں کی نئی صف بندی کے ساتھ ہی دہشت گرد جدید ہتھیاروں اور نئے ٹولز کے ساتھ ریاستوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اقوام متحدہ اور عالمی برادری بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب کے انسانیت کی بقاء اور امن وخوشحالی کے لئے قدیم ترین تنازعات (غزہ اور کشمیر) کو حل کرنے میں سنجیدگی دکھائے ۔امید کی جانی چاہیے کہ عالمی برادری اپنے مفادات کو پس پشت ڈال کر کھلے دل دماغ سے انسانیت کی فلاح و بقاء اور باہمی احترام کو مدنظر رکھ کر دیرینہ مسائل ، غزہ اور کشمیر کے تنازعات حل کرنے میں مزید تاخیر نہیں کریگی ۔بلاشبہ انسانیت ہی انسانیت کے کام آتی ہے ۔

26 جنوری بھارتی یوم جمہوریہ اور مقبوضہ کشمیر

بشارت علی بارو

بھارت اس سال 78واں یوم جمہوریہ منانے جارہا ہے۔ برصغیر کی تقسیم کا مرحلہ 14 اگست 1947ء کو مکمل ہوا۔ بھارت نے 15 اگست کو یوم آزادی کا دن منایا اس وقت اس کے پاس اپنا آئین نہیں تھا۔ بھارتی آئین کا پہلا مسودہ 6 نومبر 1947ء کو متعلقہ کمیٹی کی طرف سے اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ اسمبلی نے آئین کے انگریزی اور ہندی زبانوں کے حتمی مسودے پر 26 جنوری 1950ء کو دستخط کئے اور بھارتی آئین اسی روز نافذ کیا۔ اس دن کے انتخاب کی وجہ 26 جنوری 1930ء کا دن قرار دیا جاتا ہے جب کانگریس نے ہندوستان کی آزادی کے طور پر اس دن کو منایا تھا۔ آئین کے بعد بھارتی عوام کو اپنی حکومت کے چناؤ کا اختیار مل گیا۔ اسی دن بھارت کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد نے گورنمنٹ ہاؤس کے دربار ہال میں حلف اُٹھایا اور آورن اسٹیڈیم جا کر بھارتی ترنگا لہرایا اس دن سے بھارتی اسے یوم جمہوریہ کے طور پر مناتے آرہے ہیں۔ اس روز سرکاری طور پر چھٹی ہوتی ہے اور مختلف تقاریب کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اہم سرکاری عمارتوں اور قومی یادگاروں پر بھارتی ترنگا لہرایا جاتا ہے ویسے تو پورے بھارت میں 24 سے 29 جنوری تک اس دن کے حوالے سے مختلف شوز منعقد کئے جاتے ہیں لیکن سب سے بڑی تقریب کا بندوبست دہلی میں 26 جنوری کو کیا جاتا ہے۔

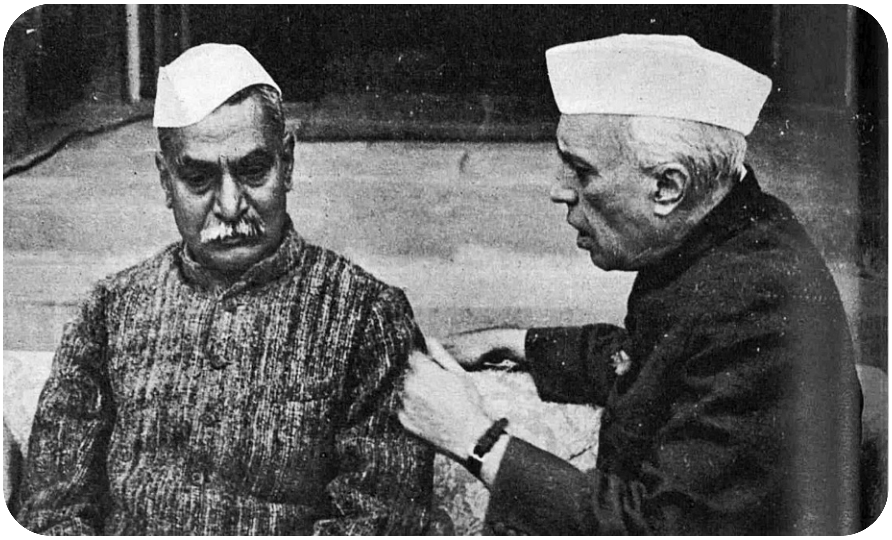

کشمیری بھارتی یوم جمہوریہ کو ''یوم سیاہ'' کے طور پر دیکھتے ہیں جن کی آزادی بھارت نے سلب کر رکھی ہے ان میں سرفہرست کشمیری ہیں جو ایسے ہی کسی دن کے منتظر ہیں جب وہ اپنا یوم کشمیر اور یوم آزادی منا رہے ہوں گے جس دن کشمیر کی حسین وادیاں اور آبشاریں، برف پوش پہاڑ اور پھول ان کے ساتھ ملی اور قومی نغموں میں اپنے سریلے راگ شامل کر رہے ہوں گے، جب وہ بھارت کو کسی ایسے دن کو مناتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں پر جو گزرتی ہے، اسے وہی محسوس کر سکتے ہیں۔ بھارت میں سرکاری سطح پر سب کچھ ہوتا ہے لیکن بھارتی عوام کی ایک بڑی تعداد کو ابھی تک حقیقی آزادی اور نہ اس کا پھل مل سکا۔ بھارت میں آج بھی 50 کروڑ سے زیادہ افراد خط کو افلاس، لسانی، اور نسلی طبقوں کو جبراً بھارت کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، درجنوں علیحدگی کی تحریکوں کو دبانے کے لئے سیکورٹی اداروں کے لشکر ان پر تعینات ہیں۔ مقبوضہ جموں وکشمیر ایسے متعدد امتیازی قوانین نافذ ہیں۔ جو بنیادی انسانی حقوق کے عالمی ڈیکلریشن اور شخصی آزادیوں کے خلاف ہیں۔ جمہوریت کی بنیادی روح اس وقت کچل جاتی ہے جب ایک ہی ملک میں ایک طرف یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے اور دوسری طرف کچھ لوگوں پر ڈریکونین لا مسلط کر رکھے ہوں۔ کشمیریوں کو غائب کرنے اور قتل کرنے کے لائسنس دئے گئے ہیں۔ یہ نہ صرف انسانی حقوق کے عالمی ڈیکلریشن آرٹیکل 3 کے خلاف ہے بلکہ ریاست اور فرد کے درمیان معاہدہ عمرانی سے روگردانی کے مترادف ہے۔ قانون کا بنیادی مقصد کمزور انسانوں کو طاقتور سے تحفظ دینا ہے لیکن کشمیر میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے، جہاں طاقتور کو کمزوروں پر ظلم کرنے کو قانونی تحفظ حاصل ہے کشمیر کی 78 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ لاکھوں کشمیریوں کو قتل کرنے کے الزام میں ایک درجن

> بھارت اس سال 78واں یوم جمہوریہ منانے جارہا ہے۔ برصغیر کی تقسیم کا مرحلہ 14 اگست 1947ء کو مکمل ہوا۔ بھارت نے 15 اگست کو یوم آزادی کا دن منایا اس وقت اس کے پاس اپنا آئین نہیں تھا۔ بھارتی آئین کا پہلا مسودہ 6 نومبر 1947ء کو متعلقہ کمیٹی کی طرف سے اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ اسمبلی نے آئین کے انگریزی اور ہندی زبانوں کے حتمی مسودے پر 26 جنوری 1950ء کو دستخط کئے اور بھارتی آئین اسی روز نافذ کیا۔ اس دن کے انتخاب کی وجہ 26 جنوری 1930ء کا دن قرار دیا جاتا ہے جب کانگریس نے ہندوستان کی آزادی کے طور پر اس دن کو منایا تھا

اہلکاروں کو بھی سزا دی گئی نہ ہی بھارتی ضمیر پر کوئی خلش ہے کہ وہ اس ناانصافی اور بربریت کا کوئی جواز پیش کر سکے۔

1987 کے بعد تو بھارتی تشدد میں بے پناہ اضافے سے انسانیت کی روح تڑپ اُٹھی تھی۔ سوپور جو کشمیر کا کاروباری اور تجارتی مرکز ہے 1993 میں تحریک آزادی کو دبانے کے لئے جب بھارتی فوجی درندوں نے جس بے رحمی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا ہے اسے یاد کر کے آج بھی سوپور کے باسی کانپ اُٹھتے ہیں۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ ایک درندہ صفت فوجی جانور وں، دکانوں اور مکانوں سے اُٹھنے والے آگ کے شعلوں میں ایک آٹھ سالہ بچے کو اپنی سنگین پر چڑھا کر پھینکا تو دیکھنے والے بے اختیار چیخ اٹھے۔ بعد میں بننے والے کمیشن کی انکوائریوں اور عدالتی چھان بین کے بعد بھی اس فوجی کو سزا نہ دی گئی۔ لاقانونیت

کشمیری بھارتی یوم جمہوریہ کو ’’یوم سیاہ‘‘ کے طور پر دیکھتے ہیں جن کی آزادی بھارت نے سلب کر رکھی ہے ان میں سرفہرست کشمیری ہیں جو ایسے ہی کسی دن کے منتظر ہیں جب وہ اپنا یوم کشمیر اور یوم آزادی منا رہے ہوں گے جس دن کشمیر کی حسین وادیاں اور آبشاریں، برف پوش پہاڑ اور پھول ان کے ساتھ ملی اور قومی نغموں میں اپنے سریلے راگ شامل کر رہے ہوں گے، جب وہ بھارت کو کسی ایسے دن کو مناتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں پر جو گزرتی ہے، اسے وہی محسوس کر سکتے ہیں

اور ظلم کو آرمڈ فورسز سپیشل پاورز ایکٹ 1990 کے تحت روا رکھا جانا ہے جسے ہر سال یوم جمہوریہ منانے والی بھارتی پارلیمنٹ نے 1990 میں منظور کیا تھا۔ اس قانون کو کسی نان کشمیر کمشنڈ آفیسر کو کسی شہری کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کرنے کے اختیار دینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کشمیر اور دنیا بھر میں جہاں بھی کشمیری ہیں بھارت کے یوم جمہوریہ کو اس موقف اور عزم کے ساتھ یوم سیاہ کے طور پر مناتے ہیں کہ دنیا کو یہ پیغام دیا جا سکے کہ کشمیریوں کو ان کا حق خود ارادیت نہ دینا جمہوری اُصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے اور بھارت ایک جمہوری ملک نہیں برہمن بالادستی حکمران ہے جس نے سوا ارب

انسانوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ اس دن مقبوضہ کشمیر میں مکمل ہڑتال کی جاتی ہے بھارت کی طرف سے کشمیر کے شہروں اور قصبات میں بھارتی فوجوں کے لاؤ لشکر بڑھا دیے جاتے ہیں تاکہ کشمیریوں کے مظاہروں سے یوم جمہوریہ کا مزہ کرکرا نہ ہو جائے یہ کیسی جمہوریت ہے جو برہمن اپنے لئے پسند کرتے ہیں جبکہ کشمیر میں ظلم و جبر سے پُر امن لوگوں کو غلام بنا کر رکھا ہوا ہے۔

شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

حامد میر

ہت کم پاکستانیوں کو یاد رہ گیا ہے کہ 1964ء میں جماعت اسلامی پر پابندی لگا دی گئی تھی اور مشرقی و مغربی پاکستان سے جماعت کی مجلس شوریٰ و عاملہ کے پچاس ارکان کو گرفتار کرلیا گیا تھا جنرل ایوب خان کی حکومت نے گرفتار ارکان کے خلاف ایک چھ نکاتی چارج شیٹ تیار کی جس میں کہا گیا کہ جماعت اسلامی قیام پاکستان کے خلاف تھی یہ کہ جماعت اسلامی سرکاری ملازمین اور مزدوروں کی حمایت سے حکومت پر قبضہ کر کے پاکستان میں فسطائی نظام قائم کرنا چاہتی ہے یہ کہ جماعت اسلامی کی طلبہ تنظیم تعلیمی اداروں میں بدامنی اور فسادات پھیلا رہی ہے۔ یہ کہ ماہنامہ ترجمان القرآن اکتوبر 1963ء میں ایران کے شاہی خاندان پر حملہ کر کے پاکستان اور ایران کے تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش کی اور یہ کہ جماعت اسلامی مسلح افواج میں بے اطمینانی پھیلا رہی ہے مولانا مودودی سمیت جن ارکان نے بہت تفصیل سے اس چارج شیٹ کا عدالت میں جواب دیا ان میں پروفیسر خورشید احمد بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی

کتاب ''تذکرہ زنداں'' میں اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ مولانا گلزار احمد مظاہری کی جیل کہانی میں بھی پروفیسر خورشید احمد کے بیان کا تفصیلی ذکر ہے کیونکہ انہوں نے دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ بتایا کہ ان کے والد نذیر احمد قریشی آل انڈیا مسلم لیگ کے عہدیدار تھے اور خود خورشید صاحب نویں جماعت سے تحریک پاکستان میں شامل تھے انہوں نے ترجمان القرآن کو مولانا مودودی کا ذاتی پرچہ قرار دے کر جماعت اسلامی کی قانونی مشکلات آسان کر دیں سب سے پہلے ڈھاکہ ہائی کورٹ نے جماعت اسلامی پر پابندی کے حکومتی فیصلے کو مسترد کیا اور پھر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اے آر کارنیلیس سمیت پانچ رکنی بنچ نے جماعت اسلامی سے پابندی ختم کر دی بعد ازاں جماعت اسلامی نے جنرل ایوب کے مقابلے پر صدارتی الیکشن لڑنے والی محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کر کے پاکستان کی مخالفت کے الزام کو ایک مذاق بنا دیا۔ محترمہ فاطمہ جناح کی انتخابی مہم میں پروفیسر خورشید احمد بھی پیش پیش تھے وقت بدلنے کے ساتھ پاکستانی سیاست کے اصول بھی بدل جاتے ہیں لہٰذا جماعت اسلامی اور پروفیسر خورشید احمد کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ایک ڈکٹیٹر کے خلاف مزاحمت کرنے والے پروفیسر خورشید احمد ایک اور ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق کی غیر جمہوری حکومت میں وزیر بن گئے۔ اسی دور میں وہ پہلی دفعہ سینیٹر بھی بنے لیکن پھر ہم نے انہیں ایک اور ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف پر سخت تنقید کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ پروفیسر خورشید کے ساتھ میری نیازمندی کی وجہ سید علی شاہ گیلانی کے ایام اسیری کی کہانی ''روداد قفس'' بنی۔ پروفیسر صاحب انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد کے بانی اور

پروفیسر صاحب انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد کے بانی اور روح رواں تھے۔ انہوں نے 1993ء میں ''روداد قفس'' اپنے دیباچے کے ساتھ شائع کی۔ گیلانی صاحب سے کبھی کبھار میرا فون پر رابطہ ہو جاتا تھا انہوں نے بتایا کہ ان کی درخواست پر پروفیسر خورشید احمد نے دیباچہ تحریر کیا لہٰذا اشتیاق پیدا ہوا کہ اس شخص کو ملا جائے جس سے سید علی شاہ گیلانی نے اپنی ''روداد قفس'' کا دیباچہ لکھوایا 1994ء میں نواز شریف کی تحریک نجات کے دوران مسجد شہداء لاہور کے سامنے جاوید ہاشمی پر پولیس تشدد کے خلاف ایک کالم سے اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب ناراض ہو گئے انہوں نے مجھے نوکری سے برخاست کرنے کا مطالبہ کیا میرے اخبار کی انتظامیہ نے لیت ولعل سے کام لیا تو حکم دیا گیا کہ اسے کہیں اور ٹرانسفر کر دو لہٰذا مجھے اسلام آباد بھیج دیا گیا لاہور بدر ہونے کے بعد اسلام آباد میں جن شخصیات سے تعارف ہوا ان میں سے ایک پروفیسر خورشید احمد صاحب تھے

روح رواں تھے۔انہوں نے 1993ء میں 'روداد قفس' اپنے دیباچے کے ساتھ شائع کی۔ گیلانی صاحب سے کبھی کبھار میرا فون پر رابطہ ہوجاتا تھا انہوں نے بتایا کہ ان کی درخواست پر پروفیسر خورشید احمد نے دیباچہ تحریر کیا لہٰذا اشتیاق پیدا ہوا کہ اس شخص کو ملا جائے جس سے سید علی شاہ گیلانی نے اپنی 'روداد قفس' کا دیباچہ لکھوایا 1994ء میں نواز شریف کی تحریک نجات کے دوران مسجد شہداء لاہور کے سامنے جاوید ہاشمی پر پولیس تشدد کے خلاف ایک کالم سے اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب ناراض ہو گئے انہوں نے مجھے نوکری سے برخاست کرنے کا مطالبہ کیا میرے اخبار کی انتظامیہ نے لیت ولعل سے کام لیا تو حکم دیا گیا کہ اسے کہیں اور ٹرانسفر کردو لہٰذا مجھے اسلام آباد بھیج دیا گیا لاہور بدر ہونے کے بعد اسلام آباد میں جن شخصیات سے تعارف ہوا ان میں سے ایک پروفیسر خورشید احمد صاحب تھے پروفیسر صاحب بنیادی طور پر ماہر معاشیات تھے اور برطانیہ کی لیسٹر یونیورسٹی سے انہوں نے اسلامی معاشیات میں پی ایچ ڈی کی تھی اختلاف رائے کا برا نہیں مناتے تھے اور اسی لئے ان کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا گیا قاضی حسین احمد صاحب کی طرح علامہ اقبالؒ کے عاشق تھے اور سید علی شاہ گیلانی صاحب کے ساتھ ان کے لگاؤ کی وجہ بھی علامہ اقبال تھے۔فکری دیانت کا یہ عالم تھا کہ جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں شمولیت کا کبھی دفاع نہیں کرتے تھے اور ببانگ دہل کہتے کہ پاکستان کے تمام مسائل کا حل 1973ء کے متفقہ آئین پر عمل درآمد میں ہے۔ انہوں نے کتابیں تو بہت سی لکھیں لیکن ''آئین پاکستان انحرافات اور بحالی کی جدوجہد'' ان کی سیاسی زندگی کا نچوڑ ہے 'بلوچستان کی صورتحال مسائل اسباب اور حل'' ان کی حقیقت پسندی کی آئینہ دار ہے ان کی آخری کتاب مسلم دنیا کے قائدین کے بارے میں ''یادیں ان کی باتیں ہماری'' کے نام سے شائع ہوئی۔ 13 اپریل 2025 کو سلیم منصور خالد صاحب نے پروفیسر خورشید احمد کے انتقال کی خبر دی تو میں اسی کتاب میں ڈاکٹر حمید اللہ کے متعلق ان کے مضمون میں دیئے گئے حوالہ جات کی مدد سے کچھ مواد تلاش کر رہا تھا مجھے پروفیسر خورشید احمد کے انتقال کی خبر پر یقین نہیں آیا۔نجانے کیوں دل کو تسلی دی کہ ہوسکتا ہے کہ سلیم منصور خالد صاحب کو کسی نے غلط خبر بھیج دی ہو لیکن پھر سوچا کہ پروفیسر خورشید احمد کے ساتھ کام کرنے والا کوئی اتنا غیر ذمہ دار نہیں ہوسکتا اس خبر پر یقین اس وقت آیا جب شاہد شمسی صاحب نے بھی تصدیق کر دی ڈاکٹر حمید اللہ کی وجہ شہرت تاریخ حدیث پر ان کی تحقیق اور قرآن مجید کا فرانسیسی ترجمہ ہے لیکن ''خطبات بہاولپور'' میں وہ جس علمی مرتبے پر نظر آتے ہیں اس کا مقابلہ اس دور کے بہت کم علماء کرسکتے ہیں پروفیسر خورشید احمد کا کارنامہ یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر حمید اللہ کے کردار اور شخصیت کی وہ خوبیاں سامنے لائے جن سے مجھ جیسے طالب علم ناآشنا تھے ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آباد دکن کی ''دولت آصفیہ'' کے اقوام متحدہ میں سفیر تھے 1948ء میں بھارت نے فوجی حملے کے ذریعہ حیدر آباد دکن پر قبضہ کیا تو ڈاکٹر حمید اللہ نے حیدر آباد لبریشن سوسائٹی بنا کر یورپ میں مزاحمت شروع کر دی وہ تمام عمر یورپ ترکی اور پاکستان کی جامعات میں پڑھاتے رہے لیکن کسی ملک کی شہرت حاصل نہ کی ٹریول ڈاکومنٹس پر سفر کرتے تھے ایک دفعہ پروفیسر خورشید احمد نے اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر کے پروگرام میں بلایا تو ڈاکٹر حمید اللہ نے بڑے دکھ سے کہا کہ میں برطانیہ کی سرزمین پر قدم رکھنا پسند نہیں کرتا کیونکہ برطانیہ نے میرے آزاد ملک حیدر آباد کو بھارت کی غلامی میں دے دیا پروفیسر خورشید احمد کی آخری کتاب ایسے ہی درویشوں اور حریت پسندوں کے ذکر سے روشن ہے اس کتاب میں سید علی گیلانی اور افضل گرو کے علاوہ حسن البنا اور سید محمد قطب کی کہانیاں بھی ملیں گی اور عبدالقادر ملا کے علاوہ مطیع الرحمان نظامی کی بہادری کی داستانیں بھی پروفیسر خورشید احمد نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ 1972ء میں جماعت اسلامی کی شوریٰ کے اجلاس میں مولانا مودودی نے امارت سے فراغت کا اشارہ دیا پروفیسر غلام اعظم کا نئے امیر جماعت بننے کا زیادہ امکان تھا لیکن انہوں نے اعلان کیا کہ میرا جینا مرنا پاکستان کیلئے تھا لیکن اب میرا اصل میدان کارزار بنگلہ دیش ہے اور پھر وہ مشرق وسطیٰ چلے گئے وہاں سے برطانیہ گئے اور 1978ء میں بنگلہ دیش چلے گئے جہاں 1992ء میں سپریم کورٹ نے ان کی شہریت بحال کی پروفیسر خورشید احمد نے ایک سو سے زیادہ کتابیں تحریر کیں ملائشیا ترکی اور جرمنی کی یونیورسٹیوں میں ان کی شخصیت اور فکر پر پی ایچ ڈی کی جا رہی ہے پاکستان میں ان کی زندگی اور جدوجہد ہمیں بتاتی ہے کہ آمریت اقتدار کے ایوانوں پر تو قبضہ کرسکتی ہے لیکن عوام کے دل و دماغ فتح نہیں کرسکتی ایک ڈکٹیٹر اور سیاستدان میں یہ فرق ہے کہ کوئی شاعر ڈکٹیٹر کے بارے میں یہ نہیں کہتا۔

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

پروفیسر صاحب بنیادی طور پر ماہر معاشیات تھے اور برطانیہ کی لیسٹر یونیورسٹی سے انہوں نے اسلامی معاشیات میں پی ایچ ڈی کی تھی اختلاف رائے کا برا نہیں مناتے تھے اور اسی لئے ان کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا گیا قاضی حسین احمد صاحب کی طرح علامہ اقبالؒ کے عاشق تھے اور سید علی شاہ گیلانی صاحب کے ساتھ ان کے لگاؤ کی وجہ بھی علامہ اقبال تھے۔فکری دیانت کا یہ عالم تھا کہ جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں شمولیت کا کبھی دفاع نہیں کرتے تھے اور ببانگ دہل کہتے کہ پاکستان کے تمام مسائل کا حل 1973ء کے متفقہ آئین پر عمل درآمد میں ہے۔

استنبول بین الاقوامی فلسطین کانفرنس۔مشاہدات وتاثرات

عبدالرشید ترابی

اسلامی تحریک مزاحمت فلسطین نے عالمی سطح پر سیاسی سفارتی اور ریلیف کے میدان میں کاز کی تقویت کیلئے نت نئے تجربات کیے ان میں سے ایک نمایاں اقدام 2001 میں لبنان کے دارالحکومت بیروت میں القدس انٹرنیشنل انسٹیٹیوشن کا قیام بھی ہے۔الحمدللہ اس کے تاسیسی بورڈ آف ٹرسٹیز کا ممبر ہونے کی سعادت ہمیں حاصل ہوئی۔اس کے اجلاس تواتر سے بیروت، قطرخرطوم،یمن، الجزائیر، ملائیشیا وغیرہ میں منعقد ہوتے رہے۔ پاکستان سے ہمارے قائدین جناب قاضی حسین احمد مرحوم، جناب پروفیسر خورشید احمد مرحوم، جناب علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم، جناب راجہ ظفرالحق، جناب مظفر احمد ہاشمی مرحوم اور جناب عبدالغفار عزیز مرحوم اور آزادکشمیر سے میرے ساتھ جناب پروفیسر الیف الدین ترابی مرحوم اور برادرراجہ خالد محمود بھی تاسیسی اجلاس میں شریک ہوتے رہے اور تاسیسی ممبر قرار پائے۔اس کے اولین چیئرمین عالم اسلام کے عظیم سکالر جناب علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی منتخب ہو اور تواتر سے تادم واپسیں اس منصب پر فائز رہے۔ان کے ساتھ نائبین میں یمن سینٹ کے چیئرمین عبداللہ الاحمر، لبنان پارلیمنٹ کے ممبر اور جماعت اسلامی کے امیر استاد فیصل مولوی، سوڈان سے نائب صدر اور اسلامک فرنٹ کے صدر ڈاکٹر یاسین عثمان طحہٰ ، ایران سے سابق اسپیکر آئت اللہ کروبی اور انڈونیشین سینیٹ کے چیئرمین ڈاکٹر ہدائت اللہ نور اور لبنان ہی سے کرسچن ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر مائیکل ان کے نائبین منتخب ہوئے۔ یوں اس ادارے کے زیر اہتمام ایک طرف عالم اسلام کے تمام مکاتب فکر اور خطوں کو باہم مربوط کیا گیا اور دوسری طرف فلسطین کے تمام گروپس اور مسلم کرسچین یکجہتی پیدا کرتے ہوئے فلسطین کاز کی تقویت اور صیہونی اسرائیلی عزائم کے تدارک کا اہتمام کیا گیا، یوں عالمی سطح پر غیر سرکاری سطح پر کاز کا ترجمان ایک ایسا فورم وجود میں لایا گیا جس سے تمام مزاحمتی حلقے باہم مربوط ہو گئے۔ہمیں ان اجتماعات میں اہل فلسطین سے اظہار یکجہتی کیساتھ ساتھ مسئلہ کشمیر کا مقدمہ بھی پیش کرنے کا موقع ملتا رہا۔

اس بار ادارے کا یہ اجلاس 05 اور 06 دسمبر 2025 کو استنبول میں گیارہ برس کے تعطل کے بعد منعقد ہوا جس میں ساٹھ ممالک سے تین سو مندبین شریک ہو۔ پہلے دن بورڈ آف ٹرسٹیز کا اجلاس ہوا، جس میں تنظیم نو کی گئی۔عالم عرب کے مراکش سے معروف دانشور جناب سلیم الحوا چیئرمین منتخب ہوئے جبکہ سکریٹری جنرل حسب سابق فلسطینی رہنما جناب یاسین حمود برقرار رہے۔ اسی طرح ماضی کی ترتیب کے مطابق تمام مسالک ومذاہب اور خطوں کی نمائیدگی پر مشتمل مرکزی عہدیداران منتخب کیے گئے۔اجلاس میں خطہ کشمیر اور پاکستان سے نمائیدگی کا اعزاز ہمیں حاصل رہا۔اجلاس میں مختلف خطوں کی بنیاد پر ریجنل

> اسرائیلی ماہرین حرب مقبوضہ جموں وکشمیر میں تحریک کے خلاف قابض بھارتی افواج کے معاون کا کردار ادا کر رہے ہیں اور بھارتی قاتل غزہ میں اسرائیلی افواج کے شانہ بشانہ ہیں۔مودی دنیا کا واحد لیڈر رہے جو یکجہتی کرنے اسرائیل پہنچا۔حالیہ معرکہ حق میں اسرائیل نے بھارت کی بھرپور معاونت کرتے ہوئے ثابت کیا کہ مودی اور نیتن یاہو مسلم دشمن ایجنڈے پر یک جان دو قالب ہیں۔اس لئے ہماری جنگ ایک ہے۔البتہ محاذ دو ہیں دونوں محاذوں پر یکجہتی حالات کا تقاضہ ہے۔ یہ بھی واضح کیا کہ عرب ممالک کی پسپائی کے باوجود ترغیبات اور دھمکیوں کے باوجود پاکستان اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے اپنے اصولی موقف پر کھڑا ہے۔

کانفرنسیں طے کی گئیں اور پروفیشنل فورمز تشکیل دینے کے اہداف رکھے گی۔

08دسمبر کو یروشیلم عزم نو کے عنوان سے عالمی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں بارہ سیشن کاز کی مختلف جہتوں کا احاطہ کرتے ہومنعقد ہو جس میں مقررین نے اظہار خیال کیا۔اس کانفرنس کا خاص امتیاز یہ تھا کہ اس میں امریکہ سے فاشسٹ اسرائیلی صیہونیت کے خلاف برسرپیکار بین الاقوامی یہودی اتحاد فورم کے چیئرمین Feldman Rabbi Dovid کی اپنے ایک بڑے وفد کیساتھ شرکت تھی ۔اپنے خطاب میں انہوں نے نہ صرف اسرائیلی جارحیت کی کھل کر مذمت کی بلکہ اسرائیلی ریاست کے قیام کو بنیادی یہودی تعلیمات سے مغائر قرار دیا۔ انہوں نے برملا اعتراف کیا کہ مسلم معاشروں میں ہمیشہ یہودیوں کو تحفظ اور احترام حاصل رہا۔ بدقسمتی سے غاصب اسرائیل کے قیام کے بعد اسرائیلی پالیسیوں کے نتیجے میں باہم بھائی چارے کی فضا دشمنی میں تبدیل ہوگئی اور یہودی مذہب ساری دنیا میں بدنام ہوا اور آج یہودی ساری دنیا میں عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ انہوں نے واضح طور غزہ اور فلسطین میں اسرائیلی ریاستی دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے آزاد فلسطینی ریاست کی بھرپور حمایت کی۔

آج ترکیہ واحد ملک ہے جس میں امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حوالے سے بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں، جنہیں ترکیہ حکومت بھرپور تعاون فراہم کرتی ہے اور خود بھی ایسے مسائل پر قیادت کا ایک واضح موقف ہے، جس کے نتیجے میں ترکیہ کا بین الاقوامی وقار مزید بلند ہوا اور وہ کئی بین الاقوامی مسائل میں میزبان اور ثالث کا کردار ادا کرتا ہے۔ پاکستان کا ایسا ہی کردار 80 کی دہائی میں رہا ہے جب افغان جہاد کی وجہ سے پاکستان دنیا کی توجہ کا مرکز بنا اور آئے روز ایسی بین الاقوامی سرگرمیوں کا مرکز اسلام آباد قرار پایا

اسی طرح مراکش سے تعلق رکھنے والے انٹرنیشنل چرچ ایسوی ایشن کے چیئرمین فادر ابراہیم دیو رعیسائی سکالرز کے بڑے وفد کے ہمراہ شریک ہو۔ انہوں نے بھی اسرائیلی پالیسیوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں دنیا کے امن کیلئے خطرہ قرار دیا اور کہا کہ بیت المقدس اور مقامات مقدسہ کا تحفظ ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے ۔اپنی ایسوسی ایشن کی طرف سے اس معرکہ آرائی میں فلسطین کی تحریک آزادی کی بھرپور حمایت کی۔اسی طرح امریکہ یورپ اور برطانیہ سے بڑی تعداد میں اس کاز کے چمپئن بشری حقوق کے محافظین، تنظیمیں، افراد، ممبران پارلیمان اور حالیہ فریڈم فوٹیلا کے ہیروز بھی کانفرنس کے شرکا میں شامل تھے۔ پاکستان اور کشمیر کی نمائندگی کرتے ہوئے منتظمین نے کانفرنس کے درمیانی اور اختتامی سیشن میں خطاب کا موقع فراہم کیا، جس میں کشمیری قیادت، مجاہدین کشمیر اور اہل پاکسان اور تحریک اسلامی کی قیادت کی طرف سے سلام عقیدت اور یکجہتی کا پیغام پہنچایا۔

اہل کشمیر، پاکستانی ریاست، اسلامی تحریک کی طرف سے یکجہتی فلسطین کے حوالے سے تفصیلات سے آگاہ کیا۔آزاد کشمیر پاکستان کی پارلیمانی سطح پر قراردادوں اور قومی یکجہتی کانفرنسوں اور عوامی مظاہروں اور جماعت اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام مینار پاکستان میں حالیہ اجتماع عام کے موقع پر بین الاقوامی کانفرنس میں فلسطین ہر ڈیکلئریشن اور الخدمت کے ریلیف آپریشن کا تذکرہ کرتے ہوفلسطین کی آزادی تک بھرپور یکجہتی کا پیغام پہنچایا۔شرکاء کو باور کرایا کہ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ کشمیر فلسطین اور پوری امت کیلئے ایک سنگین چیلنج ہے۔ اسرائیلی ماہرین حرب مقبوضہ جموں وکشمیر میں تحریک کے خلاف قابض بھارتی افواج کے معاون کا کردار ادا کر رہے ہیں اور بھارتی قاتل غزہ میں اسرائیلی افواج کے شانہ بشانہ ہیں۔مودی دنیا کا واحد لیڈر رہے جو یکجہتی کرنے اسرائیل پہنچا۔حالیہ معرکہ حق میں اسرائیل نے بھارت کی بھرپور معاونت کرتے ہوئے ثابت کیا کہ مودی اور نیتن یاہو مسلم دشمن ایجنڈے پر یک جان دو قالب ہیں۔اس لئے ہماری جنگ ایک ہے۔البتہ محاذ دو ہیں دونوں محاذوں پر یکجہتی حالات کا تقاضہ ہے۔ یہ بھی واضح کیا کہ عرب ممالک کی پسپائی کے باوجود ترغیبات اور دھمکیوں کے باوجود پاکستان اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے اپنے اصولی موقف پر کھڑا ہے۔اس لیے کہ بانی پاکستان نے برملا اسے مغرب کی ناجائز ریاست اور ایک آؤٹ ہوسٹ قرار دیا تھا۔ اسی لیے بھارتی عزائم کے تدارک کیلئے حریت کشمیر کی تحریک بھرپور حمائت کی

جائے۔کانفرنس میں وڈیو لنک کے ذریعے عظیم رہنما خالد مشعل کا تاریخی خطاب تھا جس میں انہوں نے عظیم شہداء کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اس عظیم جدو جہد کو عالم عرب و اسلامی اور انسانیت کی بقا کا ضامن قرار دیا اور عوام اور حکمرانوں سے اس کاز کی بھرپور پشتیبانی کرنے کی اپیل کی۔انہوں غزہ کی بحالی و تعمیر نو اور فلسطین کی حتمی آزادی کیلئے ایک سات نکاتی ایجنڈا بھی پیش کیا۔

ایسی کانفرنسوں میں خطابات کے علاوہ اہم وفود سے انفرادی ملاقاتوں میں اپنا موقف پہچانے کا موقع ملتا ہے۔الحمدللہ جس کا بھرپور اہتمام کیا گیا۔ درجنوں وفود بالخصوص عیسائیوں اور یہودیوں کے وفود کے سربراہان اور بین الاقوامی سطح پر سرگرم انسانی حقوق تنظیموں سے وابستہ افراد سے ملاقاتوں میں مقبوضہ جموں وکشمیر کی صورتحال اور بھارتی عزائم سے آگاہ کیا اور ان سے تعاون کی اپیل کی۔اسی طرح انڈونیشیا سے لیکر مراکش تک سے وفود جن میں سکالرز، ممبران پارلیمنٹ اور تھنک ٹینکس کے نمائندگان شامل تھے، سے مفید ملاقاتیں ہوئیں۔یہ محسوس ہوا کہ معرکہ بنیان مرصوص کے بعد پاکستان کے وقار اور احترام میں بہت اضافہ ہوا اور پاکستان پوری مسلم دنیا میں امیدوں کا مرکز بن کر سامنے آیا۔اس پس منظر میں پاکستانی قیادت کی ذمہ داریاں بھی دو چند ہوگئی ہیں۔لہٰذا فلسطین سمیت مسلم ایشوز پر پاکستان کو دلیرانہ موقف کیساتھ قائدانہ کردار ادا کرنا چاہیے، جس طرح ترکی کر رہا ہے۔آج ترکیہ واحد ملک ہے جس میں امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حوالے سے بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں، جنہیں ترکیہ حکومت بھرپور تعاون فراہم کرتی ہے اور خود بھی ایسے مسائل پر قیادت کا ایک واضح موقف ہے، جس کے نتیجے میں ترکیہ کا بین الاقوامی وقار مزید بلند ہوا اور وہ کئی بین الاقوامی مسائل میں میزبان اور ثالث کا کردار ادا کرتا ہے۔پاکستان کا ایسا ہی کردار 80 کی دہائی میں رہا ہے جب افغان جہاد کی وجہ سے پاکستان دنیا کی توجہ کا مرکز بنا اور آئے روز ایسی بین الاقوامی سرگرمیوں کا مرکز اسلام آباد قرار پایا۔کانفرنس میں وفود سے ملاقاتوں میں جہاں پاکستان سربلند نظر آیا، وہیں مسئلہ کشمیر بطور فلش پوائنٹ اجاگر ہوا جبکہ تقریباً دو حوالوں سے اہل دانش نے تشویش کا اظہار کیا۔ایک پاکستان کا داخلی عدم استحکام اور سیاسی خلفشار اور دوسرے پاک افغان کشیدگی۔ ان دونوں حوالوں سے قومی وعسکری قیادت کو تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسائل کا حل نکالنا ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے اس وقت معرکہ حق میں سرخروی کے نتیجے میں پاکستان کو ایک تاریخی موقع فراہم کیا ہے جس سے بھرپور طور پر استفادہ کرتے ہوئے سرکاری اور پبلک ڈپلومیسی کے ذریعے بھارت پر موثر سفارتی دباؤ کا اہتمام کرنا چاہیے اور اسے کم از کم مسلم دنیا میں اچھوت بنا دینا چاہیے جسکا اس وقت ایک تاریخی موقع ہے۔ نیز ایسی غیر سرکاری بین الاقوامی کانفرنسوں میں بھی بھارت اور ایران کے سفارتکاروں کی طرح ہمارے سفارتی مشنوں کو رسائی حاصل کرتے ہوئے روابط بڑھانے کیلئے متحرک کردار ادا کرنا چاہیے۔

درویش صحافی متین فکری بھی چل بسے

راجہ ذاکر خان

دشت صحافت کے بے داغ صحافی، ملک پاکستان کا بڑا نام متین فکری درخشاں روایات چھوڑ کر 24 نومبر 2025 ملک عدم روانہ ہوگئے، نمود و نمائش سے کوسوں دور رہے، پاکستان کے چند بڑے صحافیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا مگر عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ کسی کو اس کا احساس تک نہیں دیتے کہ وہ کتنے بڑے آدمی ہیں، صحافتی افق پر ابھرنے والے نئے صحافیوں کے لیے ان کی زندگی مشعل راہ ہے، روزنامہ جنگ سے وابستہ رہے اور وہاں سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ماہنامہ کشمیر الیوم اور جسارت سمیت دیگر اخبارات اور میگزین میں لکھتے رہے۔ ابلاغ کے محاذ پر مظلوم کشمیریوں اور فلسطینیوں کی آواز بنے ہوئے تھے۔ قبلہ اول اور کشمیر کی آزادی کا خواب نہ صرف سینے میں سجائے ہوئے تھے بلکہ اپنے قلم کے ذریعے کھل کر اس کا اظہار بھی کر رہے تھے۔

متین فکری جیسے کہنہ مشق صائب طرز صحافی، دانشور سے ملاقات اور ان کے محبت بھرے رویے نے ایسے اثرات چھوڑے جو آج بھی تازہ ہیں۔ راقم 1994 میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اسلام آباد میں قائم قبلہ اول اور فلسطین کی آزادی کے لیے ابلاغ کے محاذ پر کام کرنے والے ادارے الاقصیٰ فاؤنڈیشن سے منسلک ہوئے، 1993 میں فلسطین کے صدر یاسر عرفات شہید اور اسرائیل کے دریان اوسلو معاہدہ ہوا تھا اس معاہدے کے حوالے سے زیادہ لکھنے کا موقع نہیں ہے صرف اتنا کافی ہے کہ فلسطین کی سب سے بڑی جماعت، حماس اس معاہدے کی سخت ناقد تھی اور حماس کے خیال میں اس معاہدے کے نتیجے میں فلسطینیوں کے لیے کچھ نہیں ہے بلکہ سارے ثمرات اور فوائد ناجائز اسرائیلی ریاست سمیٹے گی، یاسر عرفات نے مایوسی کے عالم میں یہ معاہدہ قبول کیا ہے فلسطینی اس معاہدے کو قبول نہیں کریں گے، یوں فلسطین میں اور عالمی سطح پر ایک کشمکش برپا تھی کچھ حمایت میں کچھ مخالفت میں لکھ اور بول رہے تھے۔ راقم نے بھی لکھنے کا آغاز کیا اور اس حقیقی آواز کو پاکستان کے سینئر صحافیوں تک پہنچانے کی شروعات کیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایک پی ٹی وی ہوتا تھا اور چند اخبارات تھے سوشل میڈیا اور پرائیویٹ چینلز نہیں تھے، اخبارات بھی محدود تھے۔ چند بڑے اخبارات ہی تھے جن کو لوگ پڑھتے تھے اور اپنی رائے بناتے تھے۔ ان

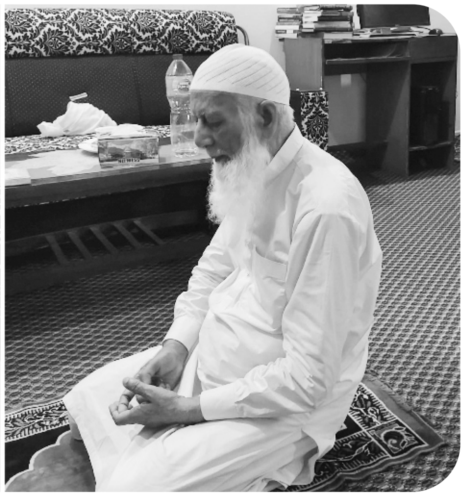

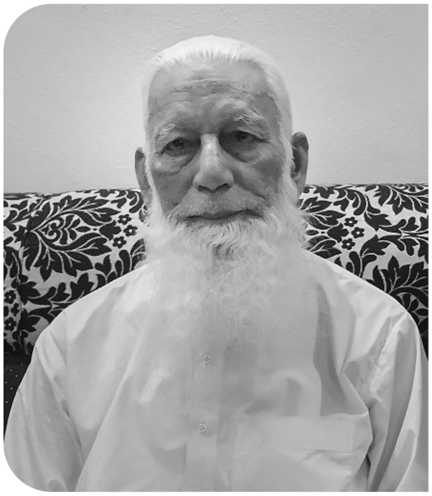

اخبارات میں شائع ہونے والے تجزیات کو پالیسی ساز بھی پڑھتے تھے اور ان کے مطابق اپنی پالیسیاں تشکیل دیتے تھے۔

راقم کو ایک صحافی دوست نے بتایا کہ روزنامہ جنگ میں متین فکری صاحب ہیں جو رائٹ کو سپوٹ کرتے ہیں اور خاص کر فلسطین اور کشمیر کے حوالے سے بڑے حساس بھی ہیں اور اس محاذ پر کام بھی کرتے ہیں، میں نے قبلہ اول اور ساتھ اوسلو معاہدے کے نقصانات پر ایک لوازمہ تیار کیا اور لے کر متین فکری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کو بتایا کہ میں الاقصیٰ فاؤنڈیشن سے وابستہ ہوں اور یہ میں نے لوازمہ تیار کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ روزنامہ جنگ کے رنگین صفحے پر شائع ہوتا کہ پاکستان کے عوام اور پالیسی سازوں کو معلوم ہو کہ فلسطین میں کیا ہو رہا ہے؟ اور اوسلو معاہدہ کیا ہے؟ مجھے بہت محبت سے بیٹھایا اور میری پوری بات سنی اور کہا کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ رنگین ایڈیشن میں پورے کا پورا شائع کروں لیکن آپ کو پتہ ہے کہ ہر اخبار کی اپنی پالیسی ہوتی ہے اور لیکن میں اس کے باوجود جنگ کے چیف ایڈیٹر اور ایڈیٹر سے بات کر کے اس کو شائع کرانے کی کوشش کروں گا، میں اسلام آباد میں نیا تھا میرے سنیئر صحافیوں سے اس طرح کے روابطہ بھی نہیں تھے اس کے باوجود متین فکری صاحب نے مجھے محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں ان کا پرانا دوست نہیں ہوں ان کے رویے سے مجھے ایسے لگا کہ ان کے اندر فلسطین کی آزادی کا خواب مجھ سے کئی برس پہلے کا ہے۔ دوسرے دن میں نے دیکھا کہ جنگ اخبار کا رنگین پورا ایڈیشن فلسطین اور میری تحریر پر مشتمل ہے، اس زمانے میں اخبارت کے مالکان سے رنگین صفحے مفت لینا مشکل کام ہوتا تھا مگر متین فکری صاحب نے نہ صرف ایک دفعہ رنگین صفحہ لیا بلکہ مجھے کہا کہ آپ فلسطین اور کشمیر پر اپنی تحریر مجھے بھیج دیا کریں میں شائع کرادیا کروں گا۔ اور ایسا ہی کرتے رہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ متین فکری سید مولانا مودودیؒ کی فکر سے نا صرف متاثر تھے بلکہ جماعت اسلامی کے بانیان میں سے تھے اور ان کا پاکستان میں بہت بڑا نام اور مقام تھا، روزنامہ جنگ سے ریٹائرڈ ہو کر بھی انھوں نے لکھنے اور پڑھنے کا کام جاری رکھا اور ماہنامہ کشمیر الیوم سے وابستہ رہے، ساتھ روزنامہ جسارت سمیت دیگر اخبارات اور میگزین میں لکھتے رہے۔ اچھی روایات کے امین سنیئر صحافی ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں، نئے آنے والے صحافی اپنے سینئر صحافیوں کی اچھی روایات کو لے کر چلیں تو صحافت صحافت رہے گی ورنہ پھر کثافت اور صحافت میں فرق کرنا مشکل ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم متین فکری کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

آپ نے پوچھا ہے!!!..

ناظم/نگران دارالافتاء* جامعہ صدیقیہ اسلامیہ راولپنڈی*

دینی کتب خریدنا

سوال۔۔۔دینی کتب خریدنا کیا اسراف میں شامل تو نہیں ہے؟

جواب۔۔۔تعلیم قرآن کریم یا تحصیل علوم نبوت کی نیت سے قرآن کریم کے مختلف مصاحف یا علمی کتب خریدنا اسراف نہیں ہے بلکہ باعث اجر ہے، یہ انسان کی دینی ضرورت ہے، اس پر ان شاء اللہ آخرت میں بھی ثواب ہوگا۔ تاہم اگر کسی کے پاس دینی کتب اضافی ہو جائیں اور وہ کسی بھی استعمال میں نہ رہیں تو ان کو کسی دینی لائبریری میں دیدیں، یہ صدقہ جاریہ ہوگا، اگر کوئی نہ بھی دے تو یہ بخل میں شمار نہیں ہوگا۔

جھوٹی قسم کھانا

سوال۔۔۔ بات بات پر قسم کھانا اور اس میں صداقت نہ ہو کیا حکم ہے؟

جواب۔۔۔جھوٹی قسم کھانے والا توبہ واستغفار کرے اور آئندہ جھوٹی قسم کھانے سے گریز کرے!!

معاشرے میں اس وقت جھوٹی قسم کھانے کا عمومی رواج معاشرہ کی ابتری اور زبوں حالی کا ایک اہم سبب ہے، نیز کاروبار میں بے برکتی، خاندان میں جھگڑے اور تعلقات میں دوریاں بھی اس قسم کے غیر شرعی اور غیر اخلاقی رویوں کے سبب ہے۔

:عدالتی خلع کا حکم

سوال۔۔۔ اگر عدالت کے ذریعے خُلع لیا ہے تو عدت کے احکامات کیا ہوں گے؟ نیز نکاح ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔۔۔اگر شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہوا اور اس نے زبانی یا تحریری طور پر خلع کو قبول نہیں کیا تو ایسے یک طرفہ عدالتی فیصلے کو شرعی خلع قرار نہیں دیا جاسکتا؛ کیوں کہ شرعی طور پر خلع کے معتبر ہونے کے لیے میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں خلع کا فیصلہ شوہر کی اجازت و رضامندی سے نہیں ہوتا اور شوہر نے اس خلع نامہ پر دستخط کرکے اس کو قبول ہی نہیں کیا۔ نیز عمومی احوال میں شوہر کی اجازت اور وکالت کے بغیر کسی اور کو طلاق دینے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ جبکہ جدید علماء اس خلع کو جائز مانتے ہیں ان کے نزدیک خاوند کی رضامندی ضروری نہیں۔ اس صورت میں عدالت کی ذمہ داری بنتی وہ شوہر کو طلب کرے، وارنٹ جاری کرے اگر وہ نہیں آئے تو عدالت تنسیخ نکاح کی مجاز ہے۔

سوال۔۔۔ تنسیخ نکاح کی کیا شرائط ہیں؟

جواب۔۔۔فسخِ نکاح کے لئے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ یا تو شوہر نامرد ہو (حقوق زوجیت ادا نہ کرسکتا ہو)، یا مجنون ہو (دیوانہ جس کو ہوش وحواس نہ ہوں)، یا مفقود الخبر (لاپتا ہو) ہو یا متعنت (ظالم) ہو کہ بیوی کا نان نفقہ نہ دیتا ہو اور ظلم کرتا ہو۔ پھر عورت اپنے اس دعویٰ کو شرعی گواہوں کے ذریعے عدالت کے سامنے ثابت بھی کرے۔ نیز متعلقہ صورت میں سے ہر ایک کی شرائطِ معتبرہ کی رعایت رکھی جائے، سو اگر یہ شرائط پائی گئیں تو عدالت کا فیصلہ شرعاً تنسیخِ نکاح ہوگا اور میاں بیوی میں جدائی ہو جائے گی اور اگر یہ شرائط مکمل نہ ہوں تو ایسے یک طرفہ عدالتی فیصلے کو تنسیخِ نکاح بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا مذکورہ لڑکی بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے۔ اور جب نکاح نہیں ٹوٹا تو عدت بھی نہیں۔

سوال۔۔۔عدالتی خلع میں عدت کب سے ہوگی؟

جواب۔۔۔عدالت کسی کو خلع کی ڈگری دے تو کیا معتبر ہوگا عدت شمار کی جائیگی اور اگر عدالتی خلع میں شوہر کی رضامندی پائی گئی تو وہ خلع معتبر ہوگا، اور اس کی عدت وہی ہوگی جو مطلقہ کی عدت ہوتی ہے، یعنی اگر عورت حاملہ نہ ہو تو تین مرتبہ ایام کا گزرنا، اور اگر اسے ایام نہ آتے ہوں تو تین ماہ، اور اگر وہ حاملہ ہو تو بچے کی پیدائش تک۔ اور عدت کے دوران اس کے لیے وہی احکام ہوں گے جو طلاقِ بائن کی عدت میں ہوتے ہیں، یعنی عدت شوہر کے گھر میں رہ کر گزارنا لازم ہے، اور اس دوران شدید ضرورت کے بغیر گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے، نیز بناؤ سنگھار سے اجتناب بھی لازم ہے۔

سوال۔۔۔دو طلاقیں۔ کے بعد رجوع کیسے ممکن ہے۔ اگر شوہر ایک ہی وقت میں اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے، پھر عدت کے اندر رجوع نہ کرے اور ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جائے، تو: کیا تیسری طلاق خود بخود واقع ہو جاتی ہے؟ کیا میاں بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح جائز ہے؟ دوبارہ نکاح کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب۔۔۔اوّل: ایک ہی مجلس میں دی گئی دو طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ البتہ طلاقوں کی گنتی میں فقہاء کا اختلاف ہے، مگر تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک اس صورت میں تین طلاقیں مکمل نہیں ہوتیں۔

دوم: تیسری طلاق خود بخود واقع نہیں ہوتی۔ طلاق صرف واضح الفاظ، تحریر یا نیت کے ساتھ قول سے واقع ہوتی ہے، وقت گزرنے، عدت ختم ہونے یا رجوع نہ کرنے سے نہیں۔

سوم: چونکہ شوہر نے عدت کے اندر رجوع نہیں کیا، اس لیے عدت ختم ہونے کے ساتھ پرانا نکاح ختم ہوگیا۔ لیکن چونکہ دو (یا اس سے کم) طلاقیں واقع ہوئی ہیں، اس لیے دوبارہ نکاح شرعاً جائز ہے۔

چہارم: دوبارہ نکاح کا شرعی طریقہ

دوبارہ اکٹھا ہونے کے لیے نیا نکاح ضروری ہوگا، جس کی شرائط یہ ہیں: فریقین (خصوصاً عورت) کی واضح رضامندی۔ نیا مہر مقرر کیا جائے۔ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں کم از کم دو عادل گواہ ولی۔۔ جمہور فقہاء کے نزدیک شرط۔ فقہ حنفی میں مستحب۔ یہ نکاح حلالہ نہیں کہلائے گا، کیونکہ تیسری طلاق واقع نہیں ہوئی۔

مفتی صاحب سے آپ اس نمبر اور ای میل پر رابطہ کرسکتے ہیں

03005259116

Taibahfoundation1@gmail.com

ارض بنگال کی بیداری اور دوقومی نظریہ

مہتاب عزیز

ارض بنگال نے ایک طویل، بوجھل اور پریشان کن خواب کے بعد بالآخر انگڑائی لی ہے۔ یہ محض ایک سیاسی تبدیلی نہیں، بلکہ ایک نظریاتی بیداری ہے جس نے نصف صدی کے گرد وغبار کو ایک ہی جھٹکے میں صاف کر دیا ہے۔ وہ بنگال جو صدیوں سے اسلام کے جیالوں کا مسکن رہا، جہاں حاجی شریعت اللہ کی فرائضی تحریک نے کسانوں کو بیداری کا شعور دیا، جہاں سید میر نثار علی تیتومیر نے آزادی کے لیے بانس کا قلعہ تعمیر کیا، اور جہاں شاہ جلال مجرد یمانی جیسے صوفیا نے جہاد و توحید کی شمع روشن کی تھی بی آج وہ بنگال ایک بار پھر اپنی اصل کی طرف لوٹ رہا ہے۔ آج ڈھاکہ کی گلیوں، کھلنا کے بازاروں اور راجشاہی کے میدانوں سے لے کر رنگ پور کی ترائی اور کاکس بازار کے ساحلوں تک ایک ہی صدا گونج رہی ہے۔

یہ صدا کسی مصلحت کی نہیں، بلکہ اس شناخت کی ہے جسے مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ شیخ مجیب الرحمن کے وہ نقش جو زبردستی ذہنوں پر مسلط کیے گئے تھے، آج عوام کے ہاتھوں مٹائے جا رہے ہیں۔ بنگال کے طول وعرض میں اب کسی سیکولر نعرے کے لیے گنجائش نہیں بچی ہے۔ صرف ”تیرا میرا رشتہ کیا؟ لا الہ الا اللہ“ کی فلک شگاف صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ یہ وہ بنگالی ہیں جنہوں نے ”محسن“ کے لبادے میں چھپے اپنے ”ازلی دشمن“ کو بہت قریب سے دیکھ لیا ہے۔ جنہیں دہائیوں تک نصابِ تعلیم کے ذریعے پاکستان سے نفرت گھٹی میں پلائی گئی۔ جن کے سرکاری دفاتر، تعلیمی ادارے اور پارلیمنٹ کی دیواریں پاکستان دشمنی کے رنگ سے رنگ دی گئی تھیں۔ لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ نام نہاد آزادی کے فریب اور سیکولرازم کے زخم سہنے والے اب مزید دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ بھارت، جسے آزادی کا پیامبر بنا کر پیش کیا گیا تھا، آج بنگال کے ہر غیرت مند شہری کے لیے نفرت کی علامت بن چکا ہے۔ بھارت نواز اخبارات اور اداروں پر عوام کا غصہ اس بات کا اعلان ہے کہ اب غلامی کی فکری زنجیریں ٹوٹ چکی ہیں۔

> ہمارا اصل مسئلہ ”اشرافیہ کا نظام“ ہے، جسے بدلنے کی ضرورت ہے، نہ کہ ملک کی سرحدوں کو۔ نام نہاد آزادی کی نصف صدی بعد بھی جب ”آزادی کے نام نہاد ہیروز“ کے کوٹے اور اشرافیہ کی چیرہ دستیوں نے حد عبور کی، تو نوجوان نسل آگ اور خون کے دریا سے گزر کر میدانِ عمل میں اتری۔ تو وہ ”بدصورت حسینہ“ جو اپنے آقاؤں کے اشارے پر سنہرے ریشے کی سرزمین کو لہو لہان کر رہی تھی، تاریخ کا حصہ بن گئی۔

بنگال کی یہ بیداری ان لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو آج بھی آزاد بلوچستان، پختونستان یا سندھو دیش کے دلفریب نعروں کے جھانسے میں گرفتار ہیں۔ بنگال کے تجربے نے ثابت کر دیا کہ: دشمن کبھی دوست نہیں ہوتے اور گھر کی غلطیوں کی اصلاح کی جاتی ہے، گھر کو ڈھایا نہیں جاتا۔ جو سبق بنگال کے جیالوں نے نصف صدی اور بے پناہ مظالم سہہ کر سیکھا ہے، وہ یہ ہے کہ علیحدگی کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ یہ ”دوہری غلامی“ کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ ہمارا اصل مسئلہ ”اشرافیہ کا نظام“ ہے، جسے بدلنے کی ضرورت ہے، نہ کہ ملک کی سرحدوں کو۔ نام نہاد آزادی کی نصف صدی بعد بھی جب ”آزادی کے نام نہاد ہیروز“ کے کوٹے اور اشرافیہ کی چیرہ دستیوں نے حد عبور کی، تو نوجوان نسل آگ اور خون کے دریا سے گزر کر میدانِ عمل میں اتری۔ تو وہ ”بدصورت حسینہ“ جو اپنے آقاؤں کے اشارے پر سنہرے ریشے کی سرزمین کو لہولہان کر رہی تھی، تاریخ کا حصہ بن گئی۔ شریف عثمان ہادی جیسی الم انگیز شہادتوں نے عوام کے پیمانے کو ایک بار پھر لبریز کر دیا، عوام نے 1971 کا وار میموریل میوزیم نقش غلط کی طرح مٹا دیا۔ شیخ مجیب اور 1971 سے منسوب ہر چیز کو کھرچ کھرچ کر مٹایا جا رہا ہے۔ یہ خلیج بنگال سے اٹھنے والا یہ طوفان صرف ایک ملک تک محدود نہیں رہے گا۔ یہ دوقومی نظریے کی وہ بازگشت ہے جو پورے برصغیر کی تقدیر بدلنے والی ہے۔ تاریخ کا پہیہ گھوم چکا ہے، مٹائے گئے نقش پھر سے ابھر رہے ہیں اور ہر طرف سے ایک ہی صدا آ رہی ہے:

کھول آنکھ، زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

خرم، خورشید اور ظفر ــ کراچی کے تین نوجوان

عبید اللہ کیہر

تینوں حال ہی میں اپنے اپنے خاندان کے ساتھ ہندوستان کے الگ الگ صوبوں سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔ معاشرے کو بدلنے کی نیت ان کے دل میں اور دین اسلام کیلئے کام کرنے کی قوت ان کی روح میں تھی۔اس نیت اور اس جذبے نے جلد ہی انہیں معاشرے کے تین الگ طبقوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کر دیا۔متوسط طبقے کا خرم مراد بھوپال سے آیا

تھا، الہ آباد سے آیا ہوا ظفر اسحاق مسلم لیگ کے رہنما مولانا ظفر احمد انصاری کا بیٹا تھا اور نسبتاً خوشحال گھرانے کا فرد خورشید احمد دہلی سے آیا تھا۔

خرم مراد،ظفر اسحاق انصاری اور خورشید احمد کا یکساں مقصد زندگی جلد ہی انہیں اسلامی جمعیت طلبہ کے پلیٹ فارم پر لے آیا، جونئی آزاد اسلامی مملکت پاکستان میں اہم نظریاتی کام کر رہی تھی۔

بہت سے نوجوانوں کے بیچ یہ تین نوجوان زیادہ گہرے دوست بنے۔پھر خرم مراد این ای ڈی کالج کراچی میں سول انجینئرنگ کے طالب علم ہوئے، خورشید احمد کراچی یونیورسٹی کے شعبہ معاشیات میں داخل ہوئے اور ظفر اسحاق انصاری بھی اسی یونیورسٹی کے شعبہ پولیٹیکل سائنس کے طالب علم بنے۔

ان تینوں نے مل کر کراچی میں اسلامی جمعیت طلبہ کو مضبوط کیا۔بعد میں خرم مراد اور خورشید احمد اسلامی جمعیت طلبہ کے مقبول ترین ناظمِ اعلیٰ اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری معتمدِ عام بنے۔پھر ان تینوں نے اعلیٰ تعلیم کیلئے سات سمندر پار کا رخ کیا۔خرم مراد نے امریکہ سے سول انجینئرنگ میں ایم ایس کیا۔خورشید احمد لیسٹر یونیورسٹی انگلینڈ میں داخل ہوئے اور ظفر اسحاق انصاری کینیڈا کی میک گل یونیورسٹی چلے گئے۔پھر یہ تینوں برطانیہ میں یکجا ہوئے اور لیسٹر میں اسلامک فاؤنڈیشن بنائی جو آج تک یورپ میں تبلیغ اسلام کیلئے بنیادی کام کر رہی ہے۔یہ تینوں دوست پیشہ ورانہ زندگی میں بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔خرم جاہ مراد دنیا کے مشہور انجینئر بنے اور توسیع مسجد الحرام میں چیف انجینئر کے طور پر کام کیا۔خورشید احمد ماہرِ اسلامی معاشیات کے طور پر ابھرے اور اپنی نمایاں خدمات پر دنیائے اسلام کا اعلیٰ ترین اعزاز "شاہ فیصل ایوارڈ" حاصل کیا۔ظفر اسحاق اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ڈائریکٹر بنے۔تینوں دوستوں نے بلند پایہ علمی کام کئے اور کئی کتابیں تحریر کیں۔خرم مراد اور خورشید احمد جماعت اسلامی کے نائب امیر بنے۔خورشید احمد ان تین دوستوں میں زندگی کے آخری مسافر تھے۔انہوں نے اپنی زندگی کا سفر آج مکمل کیا، جبکہ خرم مراد کا انتقال 1996ء میں اور ظفر اسحاق انصاری کا 2016ء میں ہوا تھا۔خدا ان تینوں عاشقانِ پاک طینت کو جنت میں جمع کرے۔آمین یارب العالمین۔

انتقال پر ملال ماہ دسمبر 2025

محمد شاہین ترال کے (والد) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئے ☆ بشیر احمد پسوال وشہید رشید احمد پسوال کرناہ کپواڑہ کی (والدہ) بٹیاں بالا آزاد کشمیر میں وفات پا گئی ☆ خالد قریشی ڈوڈہ کی (والدہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی ☆ عادل فیاض کپواڑہ کی (والدہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے آمین

قارئین سے گزارش ہے کہ مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

مقبوضہ کشمیر کے ضلع ادھم پور میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ
ایک بھارتی فوجی اہلکار ہلاک، تین زخمی

وادی کے مختلف علاقوں میں بھارتی فوج اور بدنام زمانہ بھارتی ایجنسیوں (این آئی اے)، (ایس آئی اے) اور (سی آئی کے) کی طرف سے

چھاپوں اور بے گناہ کشمیریوں کی بلاجواز گرفتاریوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ 200 نوجوان گرفتار، متعدد جائیدادیں ضبط

ہمایوں قیصر

16 نومبر 2025ء۔۔بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے ’’نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی‘‘ (این آئی اے) نے نئی دلی سے ایک کشمیری نوجوان عامر راشد علی کو گرفتار کرلیا ہے۔ این آئی اے نے عامر راشد کی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کے لیے ان پر نئی دلی میں حال ہی میں ہونے والے کار بم دھماکے میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ جبکہ بھارتی ریاست گجرات کے علاقے فتح گنج میں مقبوضہ جموں وکشمیر کا رہائشی ایک 25 سالہ طالب علم جو پارول یونیورسٹی میں ایم بی اے سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا کو اپنی رہائشی گاہ پر اسرار طور پر مردہ پایا گیا۔ ضلع کولگام کے وانی پورہ قاضی گنڈ علاقے میں بھارتی پولیس کے ہاتھوں دو بیٹوں جاسر بلال اور نوید بلال کی گرفتاری پر ان کے والد بلال احمد وانی نے دلبرداشتہ ہو کر گھر میں خود کو آگ لگانے کے دوران شدید زخمی ہوا اور بعد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ بھارتی فوج نے ضلع راجوری کے تھنہ منڈی علاقے بنگئی میں ایک مقامی محمد اکبر کے مکان کے قریب بارودی سرنگ کو ناکارہ بناتے ہوئے ان کے مکان کو شدید نقصان پہنچایا۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح کے واقعات سے علاقے میں خوف و دہشت کا ماحول پیدا ہوا ہے۔

17 نومبر 2025ء۔۔نئی دہلی کے لال قلعہ دھماکے میں مقبوضہ جموں وکشمیر کے ضلع گاندربل سے تعلق رکھنے والے ایک کشمیری مزدور بلال احمد سانگو ولد غلام حسن سانگو جو ننگن کے علاقے بابا نگری وانگتھ کا رہائشی تھا کی لاش جائی وقوعہ سے برآمد ہوئی ہے۔ یاد رہے وہ 2019 سے دہلی میں کام کر رہا تھا۔ اہل خانہ نے بلال کو تصویروں سے پہچانا جوان کے ساتھ شیئر کی گئی تھیں۔ اہل خانہ نے حکام سے درخواست کی کہ انہیں بلال کی میت کو گھر لانے کی اجازت دی جائے۔

18 نومبر 2025ء۔۔مقبوضہ کشمیر کے ضلع بڈگام کے چاڈورہ علاقے میں دانستہ طور پر بھارتی فوج کی گاڑی کی ٹکر سے ایک کشمیری خاتون شدید زخمی ہوگئی ہے۔

19 نومبر 2025ء۔۔ کاؤنٹر انٹیلی جنس کشمیر (CIK) اور بھارتی فوج کے اہلکاروں نے شہر میں محاصرے اور تلاشی کی کارروائیوں اور گھروں پر چھاپوں کے دوران ایک ڈاکٹر اور ان کی اہلیہ کو گرفتار کیا۔ چھاپے کے دوران فوج نے ایس ایم ایچ ایس ہسپتال سرینگر میں تعینات ڈاکٹر عمر فاروق بٹ اور ان کی اہلیہ شہزادہ اختر کو حراست میں لیا۔ فوجیوں نے ان کے موبائل فون، لیپ ٹاپ، ٹیبلٹ، بینک کی دستاویزات اور کتابیں بھی ضبط کرلیں۔ سی آئی کے کے عہدیداروں نے شہزادہ اختر کی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کے لئے ان پر تنازعہ کشمیر کے پرامن حل کا مطالبہ کرنے والی خواتین کی تنظیم دختران ملت کے ساتھ روابط کا الزام لگایا۔

21 نومبر 2025ء۔۔ضلع پلوامہ میں بھارتی فوج کا ایک اہلکار منوج کمار اپادھیائے ڈیوٹی کے دوران اچانک بیہوش ہو کر گرا اور اسی دوران ہلاک ہوگیا ہے۔

22 نومبر 2025ء۔۔انسانی حقوق کے لیے سرگرم عالمی تنظیم ’’رپورٹرز ود آؤٹ بارڈرز‘‘ نے بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں معروف انگریزی روزنامے ’’کشمیر ٹائمز‘‘ کے دفتر پر بھارتی تحقیقاتی ادارے ’’سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی ایس آئی اے‘‘ کے چھاپے کی مذمت کرتے ہوئے اخبار اور اسکی ایگزیکٹو ایڈیٹر پر لگائے جانے والے جھوٹے الزامات ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ یاد رہے ایس آئی اے کی ٹیموں نے چند دن پہلے پولیس افسران ہمراہ جموں میں کشمیر ٹائمز دفتر کی تلاشی لی اور وہاں موجود دستاویزات اور کمپیوٹرز کو ضبط کرلیا، اس حقیقت کے باوجود کہ اخبار کے دفاتر 2021 سے استعمال سے باہر ہیں۔ ضلع بانڈی پورہ کے گاؤں آلوسہ میں پراسرار آتشزدگی کے ایک بھیانک واقعے میں تین دکانیں تباہ، تین رہائشی مکانات کو جزوی طور پر نقصان پہنچا جبکہ تین ہزار کے لگ بھگ سیب کے ڈبے خاکستر ہوگئے۔

23 نومبر 2025ء۔۔بھارت میں فرید آباد واقعے اور لال قلعہ دھماکے کی آڑ میں کشمیری ڈاکٹروں کے خلاف ظالمانہ کارروائیوں کے بعد اب کشمیری صحافیوں کو نشانہ بنانے کا سلسلہ تیز کردیا ہے۔ 20 نومبر کو نئی دہلی کے زیر کنٹرول ریاستی تحقیقاتی ایجنسی (SIA) نے تاریخی اخبار ’’کشمیر ٹائمز‘‘ کے جموں کے دفتر پر چھاپہ مارا اور تلاشی کے دوران اے کے 47 کی گولیاں، پستول کی گولیاں اور گرینیڈ کا لیور برآمد کرنے کا دعویٰ کیا۔ اخبار کی ایگزیکٹیو ایڈیٹر انورادھا بھسین کے خلاف ایک ایف آئی آر درج کی گئی جس میں ان پر بھارت مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے اور انتشار پھیلانے کا الزام لگایا گیا۔ انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس نے بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں معروف انگریزی اخبار ’’کشمیر ٹائمز‘‘ کے دفتر پر چھاپے کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے علاقے میں پریس کی آزادی کو دبانے کی مودی حکومت کی

کوششوں کا حصہ قرار دیا ہے۔

22 نومبر 2025۔۔۔سرینگر کے علاقے کرن نگر سے ایک عدم شناخت شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ضلع پلوامہ کے علاقے ترال میں ایک اور کشمیری مبشر احمد کی چار مرلہ جائیداد ضبط کر لی ہے۔ انکی زمین کی ضبطی کا جواز فراہم کرنے کے لیے ان پر آزادی پسند سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

23 نومبر 2025۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی پولیس اور نئی دہلی کے زیر کنٹرول ریاستی تحقیقاتی ایجنسی ایس آئی اے نے نام نہاد" وائٹ کالر ٹیررنیٹ ورک" کو ختم کرنے کی آڑ میں چھاپوں اور گرفتاریوں کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ایس آئی اے نے سرینگر کے علاقے بٹہ مالو سے ایک کشمیری شہری طفیل نیاز بٹ کو گرفتار کرلیا۔قابض حکام نے طفیل کی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کے لئے دعویٰ کیا کہ وہ اکتوبر کے وسط میں بنپورہ نوگام میں پوسٹر چسپاں کرنے میں ملوث تھا۔ضلع پونچھ کے مینڈھر سیکٹر میں بھارتی فوج کا ایک اہلکار اگنیور دیپک سنگھ اپنی ہی رائفل کی گولی لگنے سے ہلاک ہوگیا۔

24 نومبر 2025۔۔۔ضلع باندی پورہ میں بھارتی فوج کا ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر نرمل دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہوگیا۔

25 نومبر 2025۔۔۔ بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے این آئی اے کی عدالت نے پلوامہ میں ایک کشمیری خاتون پیر طارق احمد شاہ کی اہلیہ نسیمہ بانو کا رہائشی مکان ضبط کر لیا ہے۔ این آئی اے نے پیر طارق احمد شاہ کی اہلیہ نسیمہ بانو کے تحصیل کاکہ پورہ میں واقع ساڑھے نو مرلے کا مکان کو بھارت مخالف سرگرمیوں کیلئے استعمال کی آڑ میں ضبط کر دیا ہے۔

26 نومبر 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے ضلع بارہمولہ میں مقامی مسلم ادارے" فلاح الدارین" کے خلاف کالے قانون کے تحت مقدمہ درج کرلیا ہے۔ پولیس نے ادارے پر چھاپہ مار کو عملے کو بھی سخت ہراساں کیا۔ضلع ادھم پور میں این آئی اے اور پولیس نے انتظامیہ کے حکم پر طارق حسین نامی شخص کا گھر ضبط کرلیا جس کی مالیت 70 لاکھ روپے بتائی جاتی ہے۔

27 نومبر 2025۔۔۔بھارتی انتظامیہ نے صحافی ارفاز احمد کا گھر بھارتی انتظامیہ نے علاقے کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے لانے کی پاداش میں مسمار کر دیا ہے۔ بھارتی پولیس اور این آئی نے ایک مشترکہ کارروائی کے دوران جموں میں واقع صحافی ارفاز احمد ڈانگ کا گھر مسمار کر دیا۔ یاد رہے یہ واقعہ اس وقت خبروں کی زینت بنا جب صحافی ارفاز نے اپنے گھر کو مسمار کیے جانے کی کارروائی پر براہ راست رپورٹنگ شروع کر دی۔

29 نومبر 2025۔۔۔ضلع پونچھ کے علاقے کھاری میں تعینات بھارتی فوج کے جونیئر کمیشنڈ آفیسر (جے سی او) طالب حسین ایک پوسٹ پر دوران ڈیوٹی دل کا دورہ پڑا جس کے نتیجے میں وہ موقع پر ہی چل بسا۔

30 نومبر 2025۔۔۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں قابض حکام نے مساجد اور مدارس سمیت مذہبی اداروں کے خلاف ظالمانہ کارروائیوں کے سلسلے کے دوران درجنوں مساجد اور مدارس میں گھس کر ان کا معائنہ کیا۔ چھاپوں کے دوران ڈیجیٹل آلات، دستاویزات اور دیگر مواد کا معائنہ کیا گیا۔ مساجد کی کمیٹیوں اور مدرسوں کے بورڈز کو خدشہ ہے کہ یہ کارروائیاں اداروں پر جبری قبضے یا ان کو بند کرانے کا پیش خیمہ ہوسکتی ہیں۔

1 دسمبر 2025۔۔۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارت کے بدنام زمانہ تحقیقاتی ادارے این آئی اے نے وادی کشمیر کے کئی علاقوں میں چھاپے مارے اور تلاشی کی کارروائیاں کیں۔ این آئی اے نے کالے قانون (آرمڈ فورسز سپیشل پاورز ایکٹ) کے تحت پلوامہ، شوپیاں اور کولگام سمیت مختلف علاقوں میں گھروں پر چھاپے مارے اور تلاشی کی کارروائیاں کیں۔ چھاپوں کے دوران مولوی عرفان احمد وگے، ڈاکٹر عدیل، ڈاکٹر مزمل اور عامر رشید سمیت کئی افراد کو گرفتار کیا گیا اور ان گھروں کی بھی تلاشی لی گئی۔ چھاپوں اور مظلوم کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا جواز پیش کرنے کے لئے ان کارروائیوں کو دہلی دھماکہ کیس سے جوڑا جا رہا ہے۔

2 دسمبر 2025۔۔۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارتی قابض فوج نے جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ کے رہنما سمیت دو کشمیریوں کو گرفتار کرلیا ہے۔ بھارتی سینٹرل بیورو آف انویسٹی گیشن نے فوج اور پولیس اہلکاروں کے ہمراہ سرینگر کے علاقے نشاط میں ایک گھر پر چھاپے کے دوران جے کے ایل ایف کے رہنما شفاعت احمد کو گرفتار کرلیا۔سی بی آئی نے دعویٰ کیا ہے کہ شفاعت کو 1989 میں سابق بھارتی وزیر داخلہ مفتی محمد سعید کی بیٹی روبیہ سعید کے اغوا سے متعلق 35 سال پرانے کیس میں گرفتار کیا گیا ہے جبکہ بھارتی پولیس نے ضلع کپواڑہ کے علاقے ٹنگڈار میں تلاشی کی کارروائی کے دوران ایک کشمیری دکاندار نصیر احمد بابا کو گرفتار کر لیا۔ پولیس نے نصیر کی دکان سے AK-47 اور 40 سے زائد راؤنڈ برآمد کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

3 دسمبر 2025۔۔۔سری نگر کے علاقے خانیار نوپورہ میں پراسرار آتشزدگی کے ایک واقعے میں پانچ رہائشی مکان خاکستر ہوگ۔جبکہ ضلع اسلام آباد کے علاقے میں بھی تین گھروں کو پراسرار طور پر نذر آتش ہوئے ہیں۔ضلع بارہمولہ کے علاقے میں بھارتی پولیس نے تین طالب علموں ارسلان، صادق اور مجیب اللہ کو گرفتار کرلیا ہے۔

4 دسمبر 2025۔۔۔ضلع رام بن علاقے نچلانہ میں بھارتی فوج کا ایک صوبیدار رام سنگھ حرکت قلب بند ہو جانے کے سبب ہلاک ہوگیا۔

5 دسمبر 2025۔۔۔گرمائی دارالحکومت سرینگر میں ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔

6 دسمبر 2025۔۔۔ بھارتی تحقیقاتی ادارے این آئی اے نے ضلع پلوامہ کے علاقے لیتر میں محمد امین راتھر کی دکان پر چھاپہ مارا کتابوں اور دکان میں موجود اسلامی کتابیں ضبط کر لیں۔ واضح رہے بھارتی حکومت نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تصانیف سمیت متعدد کتابوں پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔

9 دسمبر 2025۔۔۔مقبوضہ جموں وکشمیر کے جموں خطے میں سینک اسکول نگروٹہ کے قریب ایک فوجی کیمپ میں ایک بھارتی فوجی اہلکار جی ڈی رویندر پرتاپ سنگھا چانک گر کر بے ہوش ہونے کے بعد دم توڑ گیا ہے۔

11 دسمبر 2025۔۔۔گرمائی دارالحکومت سری نگر میں بھارتی فوج کے ایک اہلکار سوجیت کمار نے شہر کے علاقے نشاط میں

تلاشی آپریشن کے دوران اپنی سروس رائفل سے خود پر گولی چلا کرخودکشی کر لی ہے۔ نئی دلی کے زیر کنٹرول تحقیقاتی ادارے ”سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی “(ایس آئی اے) نے سرینگر کے مضافاتی علاقے شالہ ٹینگ میں فیاض احمد بٹ کا تین منزلہ رہائشی مکان اور ایک کنال اراضی ضبط کر لی ہے ۔جائیداد کی مالیت تقریباً 2 کروڑ روپے بتائی جاتی ہے۔جبکہ بھارتی انتظامیہ نے ضلع ڈوڈہ کے گاوں منگوٹا میں زاہد حسین نامی ایک اورکشمیری کی جائیداد کالے قانون ،یواے پی اے ، کے تحت ضبط کر لی۔

11دسمبر 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے سوپور قصبے میں کئی حریت کارکنوں کے گھروں پر چھاپے مارے اور تلاشی لی۔ پولیس نے قصبے کے مختلف علاقوں میں آزادی پسند تنظیموں تحریک حریت اور مسلم لیگ کے اراکین ظفر اسلام،لطیف احمد کالو، محمداشرف ملک اورفاروق توحید کے گھروں پر چھاپے مارے ۔ چھاپوں کے دوران اہلخانہ کو ہراساں کیا گیا اورگھریلواشیاءکی توڑ پھوڑ کی گئی۔مقبوضہ جموں وکشمیر کے گرمائی دارالحکومت سری نگرشہر کے علاقے نشاط میں بھارتی فوج کے ایک اہلکار سوجیت کمارنے تلاشی آپریشن کے دوران اپنی سروس رائفل سے خود پر گولی چلا کرخودکشی کر لی ہے۔

12دسمبر2025۔۔۔بھارتی پولیس نے کشمیری نوجوان عاقب احمد بٹ کو سرینگر کے بلیوارڈ روڈ پر واقع موتی محلہ میں تلاشی کی کارروائی کے دوران گرفتار کیا۔بھارتی پولیس نے دعویٰ کیاہے کہ نوجوان موتی محلہ سے بلیوارڈ روڈ کی طرف جارہا تھا جب اس نے پولیس کو دیکھ کرفرار ہونے کی کوشش کی جس کے بعداسے حراست میں لے لیا گیا۔بھارتی پولیس نے ریاست اروناچل پردیش میں ایٹا نگر کے علاقے ابوتانی کالونی سے ایک کشمیری نوجوان صابر احمد میر کو گرفتار کیا ہے۔بھارتی پولیس نے دعویٰ کیا ہے کہ نوجوان کو ایک زیرحراست کشمیری نذیر احمد ملک کی فراہم کردہ معلومات پر گرفتار کیا گیا ہے ۔ نذیر کو 22 نومبر کو ریاست کے گاؤں گنگا سے گرفتار کیا گیا تھا۔بھارتی پولیس نے گرفتاریوں کاغلط جواز پیش کرتے ہوئے دونوں نوجوانوں کو ایک جاسوسی کی سرگرمیوں میں ملوث قرار دیا ہے۔مقبوضہ کشمیر کے شہر جموں میں ایک 21سالہ طالبعلم خالدشریف بٹ ساکن سوپور جو جموں کے جیول چوک میں ایک ہوٹل میں مقیم تھا،ہوٹل سے دورایک مقام پر مردہ پایا گیا ہے ۔نوجوان کے جسم پر زخموں کے نشانات موجود ہیں ۔ مقامی لوگوں کے مطابق بھارتی خفیہ ایجنسیوں نے ہندوتوا تنظیموں بی جے پی/آر ایس ایس اور بجرنگ دل کے ساتھ مل کر طالب علم اغوا کیا اور اسے قتل کر کے اس کی لاش شہر کے نواحی علاقے وجے پور میں پھینک دی ۔طالب علم کے قتل پرعلاقے میں کہرام مچ گیا اور مقامی لوگوں نے زبردست احتجاج کرتے ہوئے نوجوان کے قتل کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔

13دسمبر 2025۔۔۔ضلع پلوامہ کے علاقے اونتی پورہ میں محاصرے اور تلاشی کی کارروائی کے دوران بھارتی فوج نے ایک شہری مصعب نذیر کو گرفتار کر لیا۔شہری کی غیر قانونی حراست کا جواز فراہم کرنے کیلئے اس پر بھارت مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا گیا ہے ۔ یاد رہے کہ مودی حکومت نے حریت رہنماؤں اور کارکنوں سمیت پانچ ہزار سے زائد کشمیریوں کومختلف جھوٹے مقدمات میں جیلوں اورعقوبت خانوں میں بند کر رکھا ہے ۔

14دسمبر 2025۔۔۔ضلع پلوامہ کےعلاقے سون سامل میں نامعلوم افراد نے عبدالغنی بٹ کے 30 سے زائد سیب کے درخت کاٹ پھینکے ۔عبدالغنی نے انتظامیہ پرزور دیا کہ وہ معاملے کانوٹس لیکر واقعے کے ذمہ داروں کوگرفتار کرکے انہیں سزادے ۔ یاد رہے کہ یہ مقبوضہ علاقے میں کسی شخص کے سیب کے درخت کاٹے جانے کا پہلا واقعہ نہیں ہے ۔علاقے میں اسطرح کے واقعات اکثر پیش آتے ہیں۔ضلع راجوری تھنہ منڈی کے علاقے کھبلان میں ایک شہری محمد قاسم کو محض اپنے موبائل فون پر ورچوئل پرائیویٹ نیٹ ورک (VPN)ایپلی کیشن استعمال کرنے پر گرفتار کیا گیا ہے ۔بھارتی ریاست اروناچل پردیش میں حکام نے تین کشمیری نوجوانوں کو جاسوسی کا جھوٹا الزام لگا کر گرفتار کر لیا ہے ۔یہ کارروائی مغربی ضلع سیانگ کے قصبے آلو میں عمل میں آئی جہاں سے 26سالہ ہلال احمد ولد مرحوم محمد صادق میر کو گرفتار کیا گیا۔قبل ازیں اروناچل پردیش کی پولیس نے 11دسمبر کو ضلع کپواڑہ کے شبیر احمد میر کو جبکہ 22نومبر کواسی ضلع سے تعلق رکھنے والے نذیر احمد ملک کوضلع ایٹا نگر کے گنگا گاؤں میں کرائے کے مکان سے گرفتار کیا گیا تھا۔ بھارتی فوج نے اپنی تازہ ظالمانہ کارروائیوں کے دوران سرینگر سمیت وادی کشمیر کےمختلف علاقوں میں مربوط چھاپوں کے دوران تقریباً200 نوجوانوں کو بطور بالائی ورکر کام کرنے کے الزام میں گرفتار کیا۔

15دسمبر2025۔۔۔ضلع ادھم پور کے علاقے مجلٹا میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا جس کے نتیجے میں ایک بھارتی فوجی اہلکار ہلاک اور تین اہلکار زخمی ہوئے ۔ بھارتی فوج نے ظالمانہ کارروائی کے دوران عام شہریوں پر فائرنگ کی جسے ایک عام شہری بھی زخمی ہوگیا۔ضلع کپواڑہ کےعلاقے پوتہ خان میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک بھارتی فوجی حوالدار زبیر احمد اہلکار ہلاک ہوگیا ہے ۔ جموں شہر کے بخشی نگرعلاقے میں نامعلوم افراد نے ایک حملے میں بھارتی پولیس اسٹیشن میں تعینات سب انسپکٹرنتن کھجوریا کو گاڑی میں سوار چارافراد نے روکااور تیز دھاروالے ہتھیار سے حملہ کیا جس سے وہ شدید زخمی ہوگیا۔